دینی اخلاق اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

جلد نمبر 6، شمارہ نمبر 3، نومبر 2016ء

ماہنامہ فہم دین

پابندیاں

ٹنگ ٹونگ

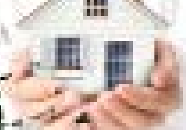

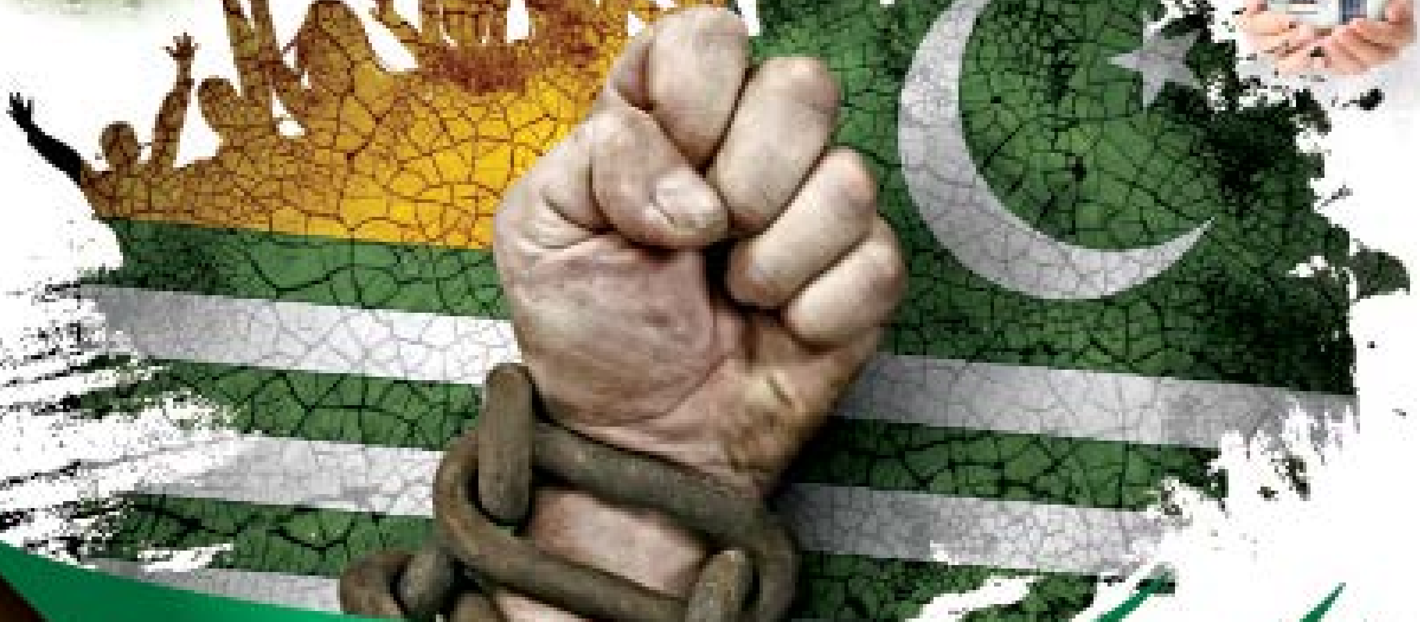

تکمیل پاکستان اور ہم

لہو بہار بھلا نہ دینا

زیرسرپرستی

عبدالستار

فہم وفکر

پیش نظر

پاک فوج پاک حکومت اور پاک عوام — مدیر کے قلم سے — 04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم — 05

فہم حدیث — مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ — 06

آئینہ زندگی — حضرت مولانا عبدالستار صاحب حفظہ اللہ — 08

مضامین

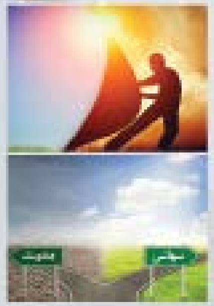

اسلام میں سچائی کی اہمیت — انور شاہ — 10

انوکھا اصلاحی دنیا — روبینہ قریشی — 13

سادگی۔۔۔اسلام کا حسن — غلام عباس — 14

پابندیاں — بنت جان زیب — 16

مسائل پوچھیں اور سیکھیں — مفتی محمد آوید — 20

باورچی خانہ اور ہماری صحت — حکیم شمیم احمد — 22

خواتین اسلام

کامیاب ازدواجی زندگی — محمد واثق — 25

مجھے تم سے مناظرہ ہے — اُم تقی — 26

ٹک ٹوک — شیخ حلیم ذکر — 29

کرچیں — کائنات عبدالحسیب — 30

باغیچہ اطفال

اللہ کی رضا — بنت عبدالرحمان — 33

ننھے ادیب — 34

بچوں کے فن پارے — آرٹ پیج — 35

انعامات ہی انعامات — ادارہ — 37

شہد کا چھتا — ڈاکٹر الیاس رومی — 38

سنہرا مرغ — امید محمد فیصل — 40

بزم ادب

پاک فوج اور ادار ادیب — جویریہ عابد — 42

میں فلسطین ہوں میں فلسطین ہوں — عمران ہی چناب — 43

کون جانے کون کھے شام کے وکوں کا غم — الکتاب ذوالعارف — 44

گلدستہ — ادارہ — 44

اخبار السلام

خبرنامہ — ادارہ — 46

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہم دین

کراچی

نومبر 2016ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	نوید فرید

editor@fahmedeen.org

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750 | 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0314-2981344 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور، سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی،
بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرتعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک	25 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل ندیم	داسا پرنٹر	دفتر فہم دین

01

BurgerShack

02

فہم وفکر

تکمیلِ پاکستان اور ہم

مدیر کے قلم سے

پاکستان اور بھارت کے درمیان سیاسی اور عسکری ہنگامہ آرائی ہو یا بیرونی قوتوں کے اشاروں پر اسے ''بہترین ملک'' قرار دینے کی باتیں ہوں، لیکن یہ بات تو قابلِ سیلیوٹ اور مستحقِ سلام ہے کہ دشمن کے اوچھے ہتھ کنڈوں اور اپنوں کے گرم سرد رویوں سے ماورا کشمیریوں کی تحریک آزادی اور پاکستان سے الحاق کرنے کی خواہش ستر سال سے نہ دَم توڑ سکی، نہ دَب سکی، بل کہ اس کا جوش کم ہونے کے بجائے بڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔ایسے لگتا ہے جیسے اہلِ کشمیر نے پاک سرزمین سے رشتہ جوڑنے کو اپنے ایمان کی علامت، اپنی قومی شناخت اور اپنی زندگی کی سانس بنالیا ہے اور درندوں کا ظلم ڈھانا، ہماری بہنوں کو بے آبرو کرنا، ہمارے بچوں کو یتیم کرنا اور تحریکِ آزادی کے رہ نماؤں اور کارکنوں کو کبھی گرفتار کرنا، کبھی اُن پر تشدد کرنا، حتیٰ کہ شہدا کے سرخ خون سے نہتے کشمیروں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھانا بھی معصوم کشمیری بھائیوں اور بہنوں کے دلوں سے پاکستان کی محبت نہ نکال سکا۔

یہ بات خوش آئند ہے کہ گزشتہ پاک انڈیا کشیدگی کے دوران پاک فوج نے اپنے گھر سے کھنکار کر ہی انڈین فوج کو گیدڑ بھبھکیوں پر مجبور کردیا۔ پاک فوج کے جواں عزم کو دیکھ کر انڈین آرمی کے بزدل سپاہیوں کو ملک کی حفاظت کے بجائے چھٹیوں کی درخواستیں دینے میں ہی اپنے لیے عافیت نظر آئی۔ انڈین حکومت نے اڑی حملوں اور سرجیکل اسٹرائیک جیسے ڈراموں کا سہارا لے کر بھی اپنی رہی سہی عزت بچانا چاہی تو پاک فوج نے آخر تک اس کی سرکوبی کرکے ان جھوٹوں کو بے نقاب کیا۔ دنیا کے مختلف بڑے اخبارات میں پاک فوج کو دنیا کی بہترین افواج میں شمار کیا گیا اور انڈیا کو دفاعی شعبے میں سب سے زیادہ سرمایہ کاری کرنے کے باوجود دفاعی نظام کو عرصہ دراز تک اپنے پاؤں پر نہ کھڑے ہونے کی نوید سناتے رہے۔

اور اس کے ساتھ یہ بھی خوش آئند بات ہے کہ حکومتِ پاکستان نے بھی ہر سطح پر مسئلہ کشمیر کو اُجاگر کرنے اور بھارتی درندوں کے مظالم کا کریہہ چہرہ دِکھانے اور کشمیریوں کی اَن تھک جدوجہد اور بے شمار قربانیوں کی اصل تصویر دِکھانے کی بھرپور کوشش کی اور اس سلسلے میں ایک کمیٹی بھی تشکیل دی، جواب بھی دنیا کے مختلف گوشوں میں مسئلہ کشمیر پر انڈیا کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کو دور کرنے اور تحریک آزادی کا حقیقی چہرہ دِکھانے میں مصروفِ عمل ہیں۔

قارئینِ گرامی! پاک فوج کے عزم کو بھی سلام اور پاک حکومت کی کاوشیں بھی سرآنکھوں پر، لیکن ہمارے ملک کی سب سے بڑی قوت تو پاک عوام ہے۔ہاں میرے ملک کی غیور عوام!!! میرا دِل گواہی دیتا ہے کہ ہر پاکستانی کا دِل کشمیر اور اہلِ کشمیر کی محبت سے لب ریز ہے اور وہ اپنے کشمیری بھائیوں کے لیے ہر قربانی دینے کو تیار ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ موجودہ حالات کے تناظر میں پاک فوج نے جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرکے پاکستان کو مضبوط، بل کہ ناقابل تسخیر بنادیا ہے اور پاک حکومت نے سفارتی سطح پر اپنے حصے کا کام کرکے مسئلہ کشمیر کو اقوامِ متحدہ کی فائلوں میں دفن ہونے سے بچالیا ہے، لیکن میں نے اور آپ نے اور میرے ملک کی پاک عوام نے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے، جو کشمیریوں سے یک جہتی کی علامت بنے؟ درندوں سے نفرت کا اظہار بنے؟ کیا یہی کہ ہم آج بھی انڈین فلموں کو پسند کرتے ہیں؟ اپنے موبائلز میں انڈین گانوں کی دھنوں کی ٹونز لگاتے ہیں؟ اپنی خوشیوں اور غمیوں میں ہندو تہواروں کو جگہ دیتے ہیں؟ اپنے بچوں کی سال گرہیں مناتے ہیں؟ انڈین ہیروز اور ہیروئن کے طرزِ زندگی کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں؟

پاک فوج اور پاک حکومت کے بعد اب ضرورت اس امر کی ہے کہ انڈیا کی گرتی ہوئی دیوار کو آخری دھکا پاک عوام دے اپنے عمل اور اپنی زندگی سے اسلام مخالف اور پاک مخالف طور طریقوں کو چھوڑ کر۔ اگر ہم نے اپنے حصے کا یہ کام کرلیا تو یقین کریں کہ یہ ہماری طرف سے کشمیر کی اخلاقی حمایت ہوگی اور پھر کشمیر کو دنیا کی کوئی طاقت ہم سے نہیں چھین سکے گی۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن

البقرہ 282-276

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيۡمٍ 276
ترجمہ: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ ہر اس شخص کو ناپسند
کرتا ہے جو ناشکرا گناہ گار ہو۔ 276
اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمۡ
اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ 277
ترجمہ: (ہاں) وہ لوگ جو ایمان لائیں، نیک عمل کریں، نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا
کریں وہ اپنے رب کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہوں گے۔نہ انھیں کوئی خوف لاحق
ہوگا، نہ کوئی غم پہنچے گا۔ 277
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوۡا مَا بَقِىَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ 278
ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم واقعی مؤمن ہو تو سود کا جو حصہ بھی
(کسی کے ذمے) باقی رہ گیا ہو اسے چھوڑ دو۔ 278
فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوۡسُ
اَمۡوَالِكُمۡ لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ 279
ترجمہ: پھر بھی اگر تم ایسا نہ کروگے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو
اور اگر تم (سود سے) توبہ کرو تو تمہارا اصل سرمایہ تمہارا حق ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو، نہ
تم پر ظلم کیا جائے۔ 279
وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ
تَعۡلَمُوۡنَ 280
ترجمہ: اور اگر کوئی تنگ دست (قرض دار) ہو تو اس کا ہاتھ کھلنے تک مہلت دینی ہے
اور صدقہ ہی کردو تو یہ تمہارے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہے، بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔ 280
وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا
يُظۡلَمُوۡنَ 281
ترجمہ: اور ڈرو اس دن سے جب تم سب اللہ کے پاس لوٹ کر جاؤ گے، پھر ہر ہر شخص کو
جو کچھ اس نے کمایا ہے پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ 281
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَايَنۡتُمۡ بِدَيۡنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكۡتُبُوۡهُ وَلۡيَكۡتُبۡ
بَّيۡنَكُمۡ كَاتِبٌ بِالۡعَدۡلِ وَلَا يَاۡبَ كَاتِبٌ اَنۡ يَّكۡتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلۡيَكۡتُبۡ
وَلۡيُمۡلِلِ الَّذِىۡ عَلَيۡهِ الۡحَـقُّ وَلۡيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبۡخَسۡ مِنۡهُ شَيۡـئًا فَاِنۡ كَانَ
الَّذِىۡ عَلَيۡهِ الۡحَـقُّ سَفِيۡهًا اَوۡ ضَعِيۡفًا اَوۡ لَا يَسۡتَطِيۡعُ اَنۡ يُّمِلَّ هُوَ فَلۡيُمۡلِلۡ
وَلِيُّهٗ بِالۡعَدۡلِ وَاسۡتَشۡهِدُوۡا شَهِيۡدَيۡنِ مِنۡ رِّجَالِكُمۡ فَاِنۡ لَّمۡ يَكُوۡنَا رَجُلَيۡنِ
فَرَجُلٌ وَّامۡرَاَتٰنِ مِمَّنۡ تَرۡضَوۡنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰٮهُمَا فَتُذَكِّرَ
اِحۡدٰٮهُمَا الۡاُخۡرٰى وَلَا يَاۡبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوۡا وَلَا تَسۡـَٔـمُوۡۤا اَنۡ تَكۡتُبُوۡهُ
صَغِيۡرًا اَوۡ كَبِيۡرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمۡ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ وَاَقۡوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدۡنٰٓى
اَلَّا تَرۡتَابُوۡٓا اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيۡرُوۡنَهَا بَيۡنَكُمۡ فَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ
جُنَاحٌ اَلَّا تَكۡتُبُوۡهَا وَاَشۡهِدُوۡۤا اِذَا تَبَايَعۡتُمۡ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيۡدٌ
وَاِنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاِنَّهٗ فُسُوۡقٌ بِكُمۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ
عَلِيۡمٌ 282
ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم کسی معین میعاد کے لیے ادھار کا کوئی معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تم میں سے جو شخص لکھنا جانتا ہو، انصاف کے ساتھ تحریر لکھے اور جو شخص لکھنا جانتا ہو، لکھنے سے انکار نہ کرے۔ جب اللہ نے اسے یہ علم دیا ہے تو اسے لکھنا چاہیے اور تحریر وہ شخص لکھوائے، جس کے ذمے حق واجب ہو رہا ہو اور اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے، جو اس کا پروردگار ہے اور اس (حق) میں کوئی کمی نہ کرے۔ ہاں اگر وہ شخص جس کے ذمے حق واجب ہو رہا ہے ناسمجھ یا کمزور ہو یا (کسی اور وجہ سے) تحریر نہ لکھوا سکتا ہو تو اس کا سرپرست انصاف کے ساتھ لکھوائے اور اپنے میں سے دو مردوں کو گواہ بنالو، تاکہ اگر ان دو عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے اور جب گواہوں کو (گواہی دینے کے لیے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کرے اور جو معاملہ اپنی میعاد سے وابستہ ہو، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اسے لکھنے سے اُکتاؤ نہیں۔ یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ قرینِ انصاف اور گواہی کو درست رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے اور اس بات کی قریبی ضمانت ہے کہ تم آئندہ شک میں نہیں پڑوگے۔ ہاں اگر تمہارے درمیان کوئی نقد لین دین کا سودا ہو تو اس کو نہ لکھنے میں تمہارے لیے کوئی حرج نہیں ہے اور جب خرید وفروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو اور نہ لکھنے والے کو کوئی تکلیف پہنچائی جائے، نہ گواہ کو اور اگر ایسا کروگے تو یہ تمہاری طرف سے نافرمانی ہوگی اور اللہ کا خوف دل میں رکھو۔ اللہ تمھیں تعلیم دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ 282

فہم حدیث

خوش اخلاقی کی فضیلت اور اہمیت

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔“ (رواہ البخاری و مسلم)

عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَثْقَلَ شَيْءٍ يُوْضَعُ فِي مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن مومن کی میزانِ عمل میں سب سے زیادہ وزنی اور بھاری چیز جو رکھی جائے گی، وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے۔“ (رواہ ابو داؤد والترمذی)

عَنْ رَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَيْرُ مَا اُعْطِيَ الْاِنْسَانُ؟ قَالَ الْخُلُقُ الْحَسَنُ

ترجمہ: قبیلۂ مزینہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے، اس میں سے سب سے بہتر کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ”اچھے اخلاق۔“ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے: (رواہ ابو داؤد)

”صاحبِ ایمان بندہ اپنے اچھے اخلاق سے ان لوگوں کا درجہ اختیار کر لیتا ہے جو رات بھر نفلی نمازیں پڑھتے ہوں اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہوں۔“

تشریح... مذکورہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے جس بندے کا حال یہ ہو کہ وہ عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے سچا مومن ہو اور ساتھ ہی اس کو حسن اخلاق کی دولت بھی نصیب ہو تو اگرچہ وہ رات کو زیادہ نفلیں نہ پڑھتا ہو اور کثرت سے نفلی روزے نہ رکھتا ہو لیکن پھر بھی وہ اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے ان شب بیداروں اور عبادت گزاروں کا درجہ پالے گا جو قائم اللیل اور صائم النہار ہوں یعنی جو راتیں نفلوں میں کاٹتے ہوں اور دن کو عموماً روزے رکھتے ہوں۔

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ كَانَ اٰخِرَ مَا وَصَّانِيْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَعْتُ رِجْلِيْ فِي الْغَرْزِ اَنْ قَالَ يَا مُعَاذُ اَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری وصیت مجھے کی تھی جب کہ میں نے اپنا پاؤں اپنی سواری کی رکاب میں رکھ لیا تھا، وہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں کے لیے اپنے اخلاق کو بہتر بناؤ“ یعنی بندگان خدا کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔“ (رواہ مالک)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔“ (رواہ ابو داؤد والدارمی)

02

Shangrilla

07

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

بامقصد زندگی کامیاب انسان

میرے عزیز بھائیو! ہر انسان کی زندگی کسی نہ کسی مقصد سے وابستہ ہوتی ہے۔ وہ مقصد پیش نظر رہے تو پھر کامیابی ہی کامیابی ہے۔ آج دنیا میں انسان جسے کامیاب اور جسے ناکام کہتا ہے' تو اس معیار پر اگر انبیائے کرام علیہم السلام کو پرکھا جائے تو کچھ کامیاب نظر آئیں گے اور کچھ ناکام بھی نظر آئیں گے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ وہ سارے کے سارے زندگی کے اعلیٰ مقصد میں کامیاب ہو کر گئے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے پیٹ پر دنیا کے لحاظ سے پتھر باندھے گئے' ان کے جسموں پر آرے چلائے گئے' ان کے اجسام زخموں سے چھلنی ہوئے' ان کے گھروں میں فقر و فاقے بھی ہوئے' مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ناکام نہیں ہوئے۔ اس لیے کہ ہر انسان کی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے' اور جب وہ مقصد اس کے پیش نظر رہے' تو پھر ناکامی نہیں ہوتی بل کہ کامیابی ہی کامیابی ہوتی ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی کا مقصد اللہ کے دین کو پھیلانا تھا اور یہ مقصد ان کی زندگی کے پیش نظر رہا۔

مسلمان کی زندگی کا بھی ایک مقصد ہے' اگر زندگی میں یہ پیش نظر رہے اور اسے یہ پہچان لے' اس صحیح رخ پر یہ چل پڑے' تو کامیابی کی طرف گامزن ہے۔ منزل پر پہنچنا اور نہ پہنچنا یہ اللہ کے اختیار میں ہے' یہ ہمارے اختیار میں نہیں۔

انبیائے کرام علیہم السلام اپنی زندگی کے مقصد میں لگے رہے' کسی کے ہاتھ پر ایک آدمی مسلمان ہوا اور کسی کے ہاتھ پر ایک بھی آدمی مسلمان نہیں ہوا' لیکن مقصد پر چلے اور وہ ان کے پیش نظر رہا' تو وہ کامیاب واپس گئے۔

بچہ امتحان ہال میں جاتا ہے' اس کا مقصد اچھے انداز میں پرچہ حل کرنا ہے۔ وہ اسی اچھے انداز میں پرچہ حل کرنے کی کوشش کرتا ہے' اس لیے کہ اس کی اس نے محنت کی ہوتی ہے' لیکن وہاں گرمی بھی ہوتی ہے' اسے پیاس بھی لگی ہوتی ہے' اسے بھوک بھی لگی ہوئی ہوتی ہے اور کھانا بھی نہیں ملا' بیٹھنے کی کرسی بھی ٹھیک نہیں تھی اور جگہ بھی بہت تنگ تھی' مگر اس سب کے باوجود وہ اچھے انداز سے پرچہ لکھ کر آگیا' تو اسے کہا جائے گا کہ تیری کامیابی ہی کامیابی ہے۔ تیرا جو مقصد تھا' وہ تیرے پیش نظر رہا' اس لیے تو ان شاء اللہ کامیاب ہوگا۔

اسی طرح ہر مسلمان کی زندگی کا ایک مقصد ہے' اگر وہ مقصد اس کے پیش نظر رہے پھر اگر اس کی زندگی میں تنگی ہے' فقر و فاقہ ہے' پریشانیاں ہیں' مصائب کے پہاڑ ہیں' بیماریاں ہیں' تکالیف ہیں' گرمی ہے' سردی ہے' زخم ہیں' طعن و تشنیع ہے' امتحانات ہیں' مگر اس سب کے باوجود اس کے پیش نظر اس کا مقصد ہے اور وہ اس کو پورا کر رہا ہے تو پھر کامیابی ہی کامیابی ہے۔ پھر ناکامی کوئی نہیں۔ راستے میں چونکہ دنیا کی چمک دمک ہے' یہ آدمی کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی شفقت اور مہربانی سے راستہ صاف فرما دیتے ہیں۔ فرمایا کہ "وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ" کہ یہ دنیا دھوکے کی چیز ہے' اس سے بچ کر نکلنا' تمہاری زندگی کا مقصد اس سے وابستہ رہے کہ "سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" تم آگے بڑھو اور اللہ کی بخشش حاصل کرو' اللہ کی جنت حاصل کرو' تمہاری زندگی اس سے وابستہ رہے کہ تمہارا اللہ تم سے راضی رہے' تمہارا رستہ جنت کی طرف جاتا ہو' تمہارے سامنے آخرت ہو' اب اس راستے میں رکاوٹیں آئیں' تکلیفیں آئیں' دکھ درد آئیں' آزمائشیں آئیں' بیماریاں آئیں' فقر و فاقہ آئے' تنگی آئے' مشکلات آئیں' تو کوئی بات نہیں' اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔

بسا اوقات آدمی اس بات سے شش و پنج میں پڑ جاتا ہے کہ وہ دیکھتا ہے دنیا میں ایک اللہ کا نافرمان ہے' وہ بڑا ہی خوشحال اور بڑے ہی مزے میں ہے' وہ جرم بھی کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بغاوت کے راستے پر بھی ہے' ہر طرح سے اللہ کی نافرمانیاں بھی کر رہا ہے مگر بظاہر اس کی زندگی بڑے ہی مزے میں ہے۔ دوسری طرف ایک اللہ کا نیک بندہ ہے' خوف خدا بھی رکھتا ہے' مگر اس کی زندگی بڑی ہی تکلیف دہ اور آزمائش میں ہے۔ میرے عزیزو! اگر زندگی کا مقصد پیش نظر رہے تو آدمی کبھی بھی پریشان نہ ہو' کبھی بھی دھوکا نہ کھائے۔ وہ یہ سمجھ جائے کہ یہ اللہ کا باغی ہے' اور اس پر ایمان نہیں رکھتا' اس کے مزے تو ایسے ہی ہیں جیسے کسی کو پھانسی کی سزا ملنی ہو' اور ایک دن اسے کہہ دیا جائے کہ جو چاہو کھاؤ پیو' جو چاہو پہنو' آج کے دن تمہیں آزادی ہے' کل شام کو تجھے پھانسی پر لٹکنا ہے۔ ایک وہ ہے کہ جو تکلیف میں ہے' ایک وقت کا کھانا بھی پیٹ بھر کر میسر نہیں اور اسے یہ کہہ دیا جائے کہ آج تجھے کچھ بھی نہیں ملے گا مگر شام کو تجھے رہائی مل جائے گی۔

میرے عزیزو! جو اللہ کو راضی کر کے جاتا ہے' اگر دنیا میں وہ دکھ درد کی زندگی گزارتا ہے' تو شام اس کی رہائی کی ہے' اور کوئی دنیا کا ہر مزا لوٹتا ہے' لیکن اپنے اللہ کو راضی نہیں کرتا' شام اس کی پھانسی کی ہے' "مَتَاعٌ قَلِيْلٌ" یہ دنیا کا نفع تھوڑا سا ہے' "لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ" یہ اللہ کے نافرمانوں کی چمک دمک تجھے دھوکے میں نہ ڈالے' ان کی یہ ترقی تجھے دھوکے میں نہ ڈالے' متاع قلیل' یہ تو عارضی چیز ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ" کسی کو کتنا اچھا ہی جیل کا کمرہ مل جائے' اس میں کتنی ہی سہولیات مل جائیں مگر اس سب کے باوجود اس کی چاہت ہوتی ہے کہ میں یہاں سے نکل کر گھر جاؤں۔ سبحان اللہ! ایک اللہ کا بندہ جس کے پیش نظر اپنا مقصد ہو' وہ دنیا میں کیسا ہی کیوں نہ رہے' مگر اس کی چاہت ہوتی ہے کہ میں اپنی منزل تک پہنچ جاؤں' تو میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ نے بڑی ہی شفقت سے فرمایا کہ "وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ" یہ دنیا دھوکے کی چیز ہے۔ اور عجیب الفاظ استعمال فرمائے کہ "اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ" اس میں شک نہیں کہ یہ دنیا محض کھیل تماشا ہے' جیسے کسی نے ریت میں گھر بنایا پھر اسے توڑ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ دنیا کے اندر تم لوگ سوئے ہو' خواب میں ہو' جب مرو گے تو تم خواب سے بیدار ہو گے۔ تب پتا چلے گا کہ یہ سب دھوکا اور تماشا تھا۔ دنیا کے سب ٹھاٹھ باٹھ' چمک دمک سب دھوکا تھا۔ جیسے خواب میں آدمی بہت کچھ دیکھتا ہے' لیکن جیسے ہی اس کی آنکھ کھلتی ہے تو کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ خواب میں ہیں' جب مریں گے تو پتا چلے گا کہ ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔ خواب میں تو آدمی کیا کیا دیکھتا ہے اور کہاں کہاں پہنچتا ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ یہ دنیا بھی ایسی ہی ہے' حقیقت تو اس سے اگلی زندگی ہے' یہ سب کا سب دھوکا ہے۔ نہ جانے آدمی خواب سے کب اٹھے' بسا اوقات چھوٹی سی حرکت سے خواب سے اٹھ جاتا ہے اور ہوتا کتنی بلندیوں پر ہے؟ اور خواب سے بیدار ہوتے ہی پتا چلتا ہے کہ کہاں بیٹھا ہوں۔ ہماری زندگی فضا میں رکھا ایک چراغ ہے' کچھ پتا نہیں کہ کون سے جھونکے سے یہ چراغ گل ہو جائے۔

ہماری یہاں کی تیاری سے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہمیشہ یہیں رہنا ہے' یہاں سے جانا ہی نہیں ہے۔ انسان حریص ہے مگر اس کی حرص کی تو شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ ایسی زندگی کی حرص کرے جو کبھی ختم نہ ہو۔ یہ کیا کہ ایسی چیز کی حرص کر رہا ہے کہ جس کی نہ شام کا پتا اور نہ ہی اس کی صبح کا پتا۔ اگر یہ زندگی ایک مقصد کے تحت چل رہی ہے پھر تو ٹھیک ہے' اللہ کی رضا چاہیے اور اس کی جنت چاہیے' یہ رخ ہے تو پھر کامیابی ہی کامیابی ہے' پھر ناکامی نہیں۔ پھر دنیا میں کچھ ملے یا نہ ملے' آزمائش میں رہیں یا راحت میں رہیں' طعنے ملیں یا شاباشی ملے' لوگ اس کا استقبال کریں یا ٹھکرا دیں' اگر اس کی زندگی کا مقصد اس کے پیش نظر ہے تو پھر کامیابی ہی کامیابی ہے' پھر کوئی گھاٹا نہیں ہے۔

میرے عزیزو! ہم اپنی زندگی کا مقصد اپنے سامنے رکھیں اور اسی پر اپنی نظر رکھیں' ہم نے تو اپنے اللہ کو راضی کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی منزل پر ان کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے کہ جو کسی آنکھ نے دیکھا بھی نہیں۔ آنکھ کا دائرہ بھی بہت چھوٹا ہوتا ہے' بہت ساری چیزیں وہ دیکھ نہیں پاتا مگر سن لیتا ہے' لیکن فرمایا کہ کسی کان نے سنا بھی نہیں۔ آدمی سنتا بھی نہیں' دیکھتا بھی نہیں لیکن دل سے اس چیز کے تصورات قائم کر لیتا ہے' کیوں کہ دل کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے' وہ تصور میں ہی اس چیز کے مزے لے لیتا ہے لیکن یہاں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میں نے اس کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو کسی دل نے بھی نہیں سوچا' اس کے لیے اتنا کچھ ہے کہ بس اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

میرے عزیزو! ہر شخص کی زندگی کا ایک مقصد ہوتا ہے' اگر وہ مقصد اس کے پیش نظر رہے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ ہماری زندگی کا مقصد اپنے اللہ کی رضا ہے' اس کی جنت کا حصول ہے۔ یہ ہمارے پیش نظر رہے' اس رخ پر چل پڑو۔ اس کے راستے میں دنیا دھوکا نہ دے تو پھر اللہ کی ذات سے یہی امید ہے کہ اللہ ہمیں منزل کی کامیابی نصیب فرمائیں گے اور اپنی رضا سے بھی نوازیں گے۔

اسلام میں سچائی کی اہمیت اور رتبہ

سید انور شاہ

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ”تم لوگ سچائی کو لازم پکڑو اور ہمیشہ سچ ہی بولو کیوں کہ سچ بولنا نیکی کے راستے پے ڈال دیتا ہے اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے اور آدمی ہمیشہ جب سچ ہی بولتا ہے اور سچائی کو اختیار کر لیتا ہے تو وہ مقامِ صدیقیت تک پہنچ جاتا ہے اور اللہ کے یہاں صدیقین میں لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے ہمیشہ بچتے رہو ' کیوں کہ جھوٹ بولنے کی عادت آدمی کو بدکاری کے راستے پر ڈال دیتی ہے اور بدکاری اس کو جہنم تک لے جاتی ہے اور جھوٹ بولنے کا عادی ہو جاتا ہے اور جھوٹ کو اختیار کر لیتا ہے ' یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کذابین (جھوٹ بولنے والوں) میں لکھ دیا جاتا ہے۔(بخاری و مسلم)

دینِ اسلام میں سچائی کو بہت بڑی حیثیت دی گئی ہے ' بل کہ اخلاقی خوبیوں میں یہ سر فہرست ہے ' اگر اس کو دین کی بنیاد کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔آدمی کے ہر قول اور عمل کی صحیح اور درست ہونے کی بنیاد یہ ہے کہ اس کا دل اور اس کی زبان باہم ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوں۔اسی چیز کو صدیق یعنی سچائی کہتے ہیں۔جو شخص سچا نہیں اور سچائی اس کی زندگی کا وظیفہ نہیں تو اس کا دل ہر برائی کا گھر ہو سکتا ہے۔حق تعالیٰ جلّ شانہ ' عمّا نوالہ ' خود بھی سچے ہیں وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (النساء : ۸۷)

چوں کہ اللہ تعالیٰ خود سچا ہے اس لیے اس کا پیغام خواہ وہ قرآنِ کریم کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں وہ بھی سچا ہے ' پھر جو حضرات اس پیغام کے حامل ہیں وہ بھی سچے ہیں۔چناں چہ سچائی انبیا کرام علیہم السلام کی اولین صفت ہے۔قرآن مجید میں مختلف مقامات میں انبیا کرام علیہم السلام کی صفت صدیق ذکر کی گئی ہے۔چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

”وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا“ (سورۃ مریم : ۴۱)

اور اس کتاب میں ابراہیم کا بھی تذکرہ کرو۔یقیناً وہ سچائی کے خو گر تھے۔

”وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا“ (سورۃ مریم : ۵۴)

اس کتاب میں اسماعیل کا بھی تذکرہ کرو۔بے شک وہ وعدے کے سچے تھے اور رسول اور نبی تھے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (سورۃ مریم : ۵۶)

اور اس کتاب میں ادریس کا تذکرہ بھی کر لو۔بے شک وہ سچائی کے خو گر نبی تھے

”صِدِّيْقٌ“ ”صِدْقٌ“ (سچائی) سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔بہت راست باز ' یعنی جس کے قول و عمل میں مطابقت ' ہم آہنگی اور راست بازی اس کا شعار ہو۔

صدیقیت کا یہ مقامِ نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ہر نبی اور رسول اپنے وقت کا راست باز اور صداقت شعار ہوتا ہے ' اس لیے وہ صدیق بھی ہوتا ہے۔تاہم ہر صدیق نبی نہیں ہوتا۔قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام کو صدیقہ کہا گیا ہے ' جس کا مطلب یہ ہے کہ تقویٰ و طہارت اور راست بازی میں بڑے اونچے مقام پر فائز تھیں ' مگر نبیہ نہیں تھیں۔اُمتِ محمدیہ میں بھی صدیقین ہیں جن میں سرِ فہرست ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ' جو انبیا کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ترین انسان ہیں۔علما کرام نے لکھا ہے کہ سچائی نبوت کا لازمی جز ہے ' جو اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بعثت سے قبل بھی ”صادق اور امین“ کہا جاتا تھا۔آپ ﷺ کا بدترین دشمن ابو جہل کہا کرتا تھا ”اے محمد ! میں تمہیں جھوٹا نہیں کہتا ' البتہ جو کچھ تم کہتے ہو اس کو صحیح نہیں سمجھتا۔“ (ترمذی)

جب آپ ﷺ نے اپنے خاندان کو اسلام کی تبلیغ اور دعوت دی تو آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو آواز دے کر بلایا۔جب لوگ مقامِ صفا پر جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان سے فوراً اور یک دم یہ نہیں فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں ' بل کہ سب سے پہلے آپ ﷺ نے ان سے اپنی سچائی کی تصدیق کی اور گواہی لی اور فرمایا ”اِنْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ مِنْ صَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ، أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ“ اگر میں تم لوگوں سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکرِ جرار آرہا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کو سچا جانو گے ؟ سب حاضرین نے باآوازِ بلند کہا ”مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا“ ہم نے آپ کو کبھی بھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔(بخاری) ایمان لانے سے پہلے جنابِ نبی کریم ﷺ کے بد

ترین دشمن بھی آپ کی صداقت (سچائی) کی گواہی دیتے تھے۔قیصرِ روم کے دربار میں جب ابو سفیان کو آپ ﷺ کے متعلق کچھ پوچھنے کے لیے بلایا گیا تو قیصر نے پوچھا :

”تمہارے مدعی نبوت نے دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے کبھی جھوٹ بولا ہے ؟“

ابو سفیان نے نفی میں جواب دیا ' چناں چہ بخاری شریف میں ہے کہ قیصر نے پوچھا :

”تمہارے نزدیک وہ کبھی جھوٹ کا مرتکب ہوا ہے ؟“

ابو سفیان نے پھر نفی میں جواب دیا۔اس پر قیصر نے ابو سفیان سے کہا۔

”ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ لوگوں پر تو جھوٹ باندھنے سے پرہیز کرے اور اللہ پر جھوٹ باندھ رکھے۔“ (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ سچائی انبیا کرام علیہم السلام کی صفتِ لازم ہے۔اللہ کے نیک بندوں کی صفت بھی سچائی ہوا کرتی ہے۔چناں چہ ایک مرتبہ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ (ﷺ) ! مجھ میں چار بری عادتیں ہیں : ایک یہ کہ میں بدکار ہوں ' دوسری یہ کہ چوری کرتا ہوں ' تیسری یہ کہ میں شراب پیتا ہوں اور چوتھی یہ کہ میں جھوٹ بولتا ہوں۔ان چاروں میں سے جس ایک کا آپ فرمائیں گے میں آپ کی خاطر چھوڑ سکتا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا : ”جھوٹ سے بچتے رہو ' جھوٹ نہ بولا کرو۔“ چناں چہ اس نے جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ کر لیا۔جب رات ہوئی تو شراب پینے کی چاہت ہوئی اور بدکاری کے لیے آمادہ ہو ' لیکن جب اس کو خیال آیا کہ صبح کو جب حضور ﷺ پوچھیں گے کہ رات کو تم نے شراب تو نہیں پی ہے یا بدکاری تو نہیں کی ہے ؟ تو کیا جواب دوں گا۔اگر ہاں کہوں گا تو شراب اور زنا کی سزا کا مستحق ہوں گا اور اگر نہ کہوں گا تو وعدہ خلافی کا مرتکب ہو جاؤں گا۔یہ سوچ کر ان دونوں بری خصلتوں سے باز رہا۔جب رات کا اندھیرا خوب چھا گیا تو اس نے چوری کے لیے گھر سے نکلنے کا ارادہ کیا ' لیکن پھر اسی خیال سے کہ اگر کل سرکارِ دو عالم ﷺ پوچھیں گے تو کیا جواب دوں گا۔اگر ہاں کہوں گا تو ہاتھ کٹے گا اور اگر نہ کہوں گا تو وعدہ خلافی ہو گی۔اس خیال کے آتے ہی اس نے اس جرم سے بھی اپنے آپ کو بچا لیا۔اب جب صبح ہوئی تو وہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کیا : ”اے اللہ کے رسول (ﷺ) ! جھوٹ نہ بولنے کی وجہ سے میرے چاروں برے کام اور عادتیں مجھ سے چھوٹ گئیں۔یہ سن کر حضور ﷺ نہایت ہی خوش ہوئے۔

ممکن ہے کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہو ' لیکن روایت اور نتیجے کے لحاظ سے بالکل درست ہے ' کیوں کہ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ سچائی کی عادت انسان کو بہت سی برائیوں سے بچاتی ہے۔اسلام میں سچائی کی اہمیت اور تاکید اس قدر ہے کہ نہ صرف سچائی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے ' بل کہ یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ ہمیشہ سچوں اور راست بازوں کا ساتھ دیا کرو اور ان کی صحبت میں رہا کرو ' چناں چہ قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

”يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ“ (سورۃ توبہ : ۱۱۹)

”اے ایمان والوں ! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔“

سچائی اور صدق : سچائی کے معنیٰ صرف زبان سے ظاہری طور پر سچ بولنے کے ہی نہیں ' بل کہ اسلام میں سچائی اور صدق میں بڑی وُسعت ہے۔امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اس کی چھ قسمیں بیان فرمائی ہیں ' مگر عام طور پر سچائی کی مندرجہ ذیل تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں :

1...زبان کی سچائی　　2...دل کی سچائی　　3...عمل کی سچائی

زبان کی سچائی: زبان کی سچائی یہ ہے کہ آدمی جو کچھ اپنے منہ سے نکالے وہ سچ ہو اور زبان سے کوئی بات بھی سچائی کے علاوہ نہ نکالے ' یہ سچائی کی ایک عام اور مشہور قسم ہے جو عوام میں خاص طور پر بہت مشہور ہے۔وعدہ پورا کرنا اور قول و اقرار نباہنا اسی ضمن میں آتا ہے۔اس کے خلاف ہر قسم کا جھوٹ منافقت کے ہم معنیٰ ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ” لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ“ (سورۃ احزاب : ۲۴) تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کا انعام دے اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے۔ایک حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے حضورِ اکرم ﷺ سے پوچھا : ”کیا مسلمان نامرد ہو سکتا ہے ؟“ آپ ﷺ نے فرمایا : ”ہاں ! ہو سکتا ہے۔“ پھر پوچھا : ”کیا بخیل بھی ہو سکتا ہے ؟“ فرمایا : ”جی ہاں ! ہو سکتا ہے۔“ پھر دریافت کیا : ”کیا مسلمان جھوٹا ہو سکتا ہے ؟“ آپ ﷺ نے فرمایا : ”مسلمان جھوٹا نہیں ہو سکتا۔“ (الترغیب و ترھیب) ایک اور حدیث میں ہے کہ کسی مؤمن کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ جھوٹ کو ہر طرح سے نہ چھوڑ دے یہاں تک کہ مذاق اور جھگڑے میں بھی ' اگرچہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔ایک اور حدیث میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا : جس شخص میں چار باتیں موجود ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک بات موجود ہو تو اس میں نفاق کی ایک علامت پائی جائے گی جب تک وہ اس کو چھوڑ نہ دے۔

(1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (2) جب وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے (3) جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے (4) امانت میں خیانت کرے۔(بخاری) ایک اور روایت میں منافق کی تین روایات بتائی گئی ہیں۔(1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (2) جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (3) جب کوئی امانت اس کے حوالے کی جائے تو اس میں خیانت کرے۔مسلم کی روایت میں ہے کہ اگرچہ وہ نمازی اور روزہ دار ہی کیوں نہ ہو اور اپنے آپ کو مسلمان ہی کیوں نہ کہے۔ان تمام احادیثِ طیبہ سے معلوم ہوا کہ سچائی کی راہ سے ایمان اور نیکی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جب کہ کذب بیانی اور جھوٹ سے نفاق اور برائی کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

دل کی سچائی: سچائی کی دوسری قسم دل سے تعلق رکھتی ہے۔دل کی سچائی کا دوسرا نام اخلاص ہے ' اگر دل کی سچائی نہ ہو تو بعض موقعوں پر زبان سے صدق کا اظہار بھی جھوٹ اور کذب بیانی ہو جاتا ہے۔جیسا کہ منافقینِ مدینہ اپنی زبان سے آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتے تھے ' مگر دل سے آپ کی رسالت کو نہیں مانتے تھے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ“ (سورۃ منافقون : ۱) ”اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔“

عمل کی سچائی: عمل کی سچائی یہ ہے کہ جو نیک عمل ہو وہ باطنی اوصاف کے مطابق ہو۔اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص اپنی نماز میں خشوع و خضوع کا اظہار کرتا ہے لیکن اس سے اس کا مقصد صرف دکھاوا اور نمائش ہے تو یہ شخص ریاکار اور جھوٹا ہے۔ایک اور عملی جھوٹ جو اس سے بھی بڑھ کر ہے وہ یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص دکھاوے اور نمائش کے لیے کوئی عمل نہیں کرتا ' تاہم ظاہری طور پر اس کی نماز سے جو خشوع و خضوع ظاہر ہوتا ہے اس کے باطن میں وہ خشوع و خضوع نہیں ہے ' اس لیے ظاہری اعمال اس کے باطن سے مطابقت نہیں رکھتے ' اسی وجہ سے وہ اپنے اعمال میں سچا نہیں ہے ' بل کہ جھوٹا ہے۔چناں چہ عمل کے صدق کا مرتبہ یہ ہے کہ جو قول و اقرار کیا جائے اس کا سچا عزم بھی کیا جائے اور وقت آنے پر اس کو پورا کر کے بھی دکھایا جائے ' جیسے سیدنا انس بن نضرؓ کو غزوہ بدر میں شرکت کا موقع نہ ملا تھا ' جس کا انھیں نہایت افسوس اور صدمہ تھا ' چناں چہ انھوں نے کہا اس کے بعد اگر مجھ کو کسی غزوہ میں شریک ہونے کا موقع ملا تو میں اپنی بہادری کے جوہر دکھاؤں گا۔چناں چہ اگلے سال جب غزوہ احد کا موقع آیا تو اس میں وہ شریک ہوئے اور اپنی بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھائے۔نیزے ' تلوار اور تیروں کے اسّی زخم کھا کر مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچائی پر پورا پورا اُترنے کی توفیق عطا فرمائے اور کذب بیانی سے ہمیشہ کے لیے بچنے کی توفیق عطا فرما دے۔(آمین)

لہو ہمارا بھلا نہ دینا

روبینہ قدیر

"اماں ! باہر کرفیو لگا ہے۔ بھارتی فوج کا سخت پہرہ ہے۔ کسی کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔" حمزہ ڈرتے ہوئے اماں کو بتا رہا تھا۔ وہ ابھی باہر سے آیا تھا۔

"اللہ اِن درندوں کو غارت کرے !" امّاں سسکتے ہوئے بولیں۔

حمزہ وادیٔ مقبوضہ کشمیر کا رہنے والا تھا' جہاں ظلم کی تاریکی سے بھی اہلِ کشمیر نہیں ڈرتے' جہاں آزادی کا نعرہ لگانے پر سینکڑوں گولیاں اُن کے سینے چیر دیتی ہیں' مگر وہ آخری سانس تک "پاکستان زندہ باد" کے نعرے لگاتے ہیں۔

حمزہ اپنے ابو جان' امّاں اور عائشہ باجی کے ساتھ کشمیر کے خوب صورت شہر سری نگر کے قریب ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ اِن دونوں بہن بھائیوں کو اسکول پڑھنے کے لیے سری نگر آنا پڑتا تھا' جہاں انڈین آرمی کی فوج سخت ترین پہرہ دیتی ہے' مگر اِن کی رگوں میں کشمیری خون دوڑ رہا تھا اور انڈین آرمی اِن کے سامنے پانی بھرتی نظر آتی تھی۔

"باجی ! آج تو کرفیو لگا ہے' پھر بھی آپ اسکول جا رہی ہیں؟" حمزہ عائشہ باجی کو اسکول کے یونی فارم میں دیکھ کر حیران ہوا۔

"ہاں حمزہ ! آج ہمارے اسکول کی طرف سے تحریکِ آزادی کے لیے ریلی نکالی جائے گی۔ مجھے ہر حال میں اُس ریلی میں شرکت کرنی ہے۔" عائشہ پُرجوش ہو کر بولی۔

"میں بھی آؤں اس ریلی میں؟" حمزہ کم عمر ہونے کے باوجود بڑی بہن سے زیادہ بہادر تھا۔ "ہاں کیوں نہیں؟ میرے بھائی !" عائشہ خوش دِلی سے بولی۔

ریلی میں پورا مقبوضہ کشمیر اُمڈ آیا تھا۔۔۔ نوجوان' بوڑھے' عورتیں اور بچے۔۔۔ ہر کوئی جوش و جذبے اور ولولے سے سرشار تھا۔ کرفیو کے باوجود اس ریلی کو کوئی نہیں روک سکا تھا۔ کشمیری زبان اور اُردو زبان میں نغمے اہلِ کشمیر کے جذبات کی ترجمانی کر رہے تھے کہ یک دَم بھگدڑ مچ گئی۔ انڈین آرمی لوگوں کو گرفتار کر رہی تھی۔

ایک بنیے نے معصوم حمزہ کو گریبان سے پکڑ کر قریب کیا۔ "اوئے ! تجھے مرنے کا بہت شوق ہے ؟؟" حمزہ بے خوفی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑا تھا۔ "اگر تجھے جان پیاری ہے تو بول' پاکستان۔۔۔ مردہ باد' ورنہ تجھے جیل میں بند کر دوں گا۔" وہ ہندو بنیا اسے تھپڑ مارتے ہوئے بولا۔ "پاکستان۔۔۔ زندہ باد" حمزہ نے فلک شگاف نعرہ بلند کیا' جسے سن کر وہ ہندو فوجی آگ بگولہ ہو گیا اور ریلی کے شرکا اور بھی بلند آواز سے "پاکستان۔۔۔ زندہ باد" کے نعرے لگانے لگے۔

ہندو بنیا حمزہ کو مارتے جا رہا تھا اور وہ پاکستان کے حق میں نعرے لگاتا جا رہا تھا۔ یکایک اُس ظالم درندے نے پورا برسٹ حمزہ کے سینے پر اُتار دیا۔ حمزہ آخری سانس ٹوٹنے تک "پاکستان۔۔۔ زندہ باد" کے نعرے لگاتا رہا۔

حمزہ کے بے جان وجود کے گرتے ہی وہ درندہ وہاں سے بھاگ کر اگلے شکار کی جانب چل پڑا۔ عائشہ کو کوئی پکڑ کر حمزہ کے قریب لایا اور اُس کے خون سے تر بہ تر جسم اور معصوم پر مار کے نشانات دیکھ کر وہ آب دیدہ ہو گئی' مگر پھر اطمینان سے جھک کر بھائی کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بولی : "اے میرے بھائی ! تجھ پر سلام ! کہ تو نے آزادی اور پاکستان کی خاطر اپنی ننھی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ تیرا لہو رائیگاں نہیں جائے گا' مگر اے میرے پیارے بھائی ! میں نہیں جانتی کہ تیرے اس لہو کی مہک پاکستان تک بھی پہنچے گی کہ نہیں۔ تیری محبت کی خوش بُو اور پاکستان زندہ باد کے نعرے میرا کوئی اور پاکستانی بھائی بھی سُن سکے گا یا نہیں' لیکن خدا گواہ ہے تیری شہادت کا اور اے میری بھائی ! جب تک کشمیر کا بچہ بچہ زندہ ہے' وہ تیرے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پاکستان سے وفاداری کا ثبوت دے گا۔" عائشہ کی تقریر سے وہاں موجود شرکا بھی زار و قطار رونے لگے۔

عائشہ کھڑی ہوئی اور چیخ چیخ کر پاکستان سے محبت کے نعرے بلند کرنے لگی۔ وہ اپنے بھائی کی شہادت سے بھی خوف زدہ نہیں ہوئی تھی۔ اُس کا رُواں رُواں سوالیہ نشان بن کر کھڑا تھا اور حمزہ کا مسکراتا چہرہ سوال کر رہا تھا کہ : "پاکستانیو ! ہم نے تو تمہاری خاطر جان قربان کر دی۔ کیا تم ہمارے لیے آواز بھی بلند نہیں کر سکتے ؟؟ ہم نے تو آخری سانس تک تمہیں یاد کیا۔ تمہارے دِل پتھر کے ہیں جو ہمیں بھول بیٹھے ہو ؟؟ مسلمان امت تو ایک جسم کی مانند تھی' کیا تمہیں کہیں بھی درد محسوس نہیں ہوتا ؟؟ ہم لہو لہو ہیں' کیا تمہیں ہمارا لہو نظر نہیں آتا ؟؟ تم کب جاگو گے ؟؟ تم کب ہماری مدد کو آؤ گے ؟؟

اور دوسری طرف پاکستانی انڈین فلمیں اور گانے سُن کر انڈین اداکاروں کو اپنا آئیڈیل مان رہے تھے۔ اُن سے محبت جتا رہے تھے !! ایک جانب ٹھنڈے کمرے میں سیاسی لیڈر ڈھیلے انداز میں کہہ رہے تھے کہ "مذاکرات جاری ہیں۔" اور کشمیر میں سر کٹے جا رہے تھے اور لہو بکھرتا جا رہا تھا۔

شہید تم سے یہ کہہ رہے ہیں
لہو ہمارا بھلا نہ دینا

03

Arabian

12

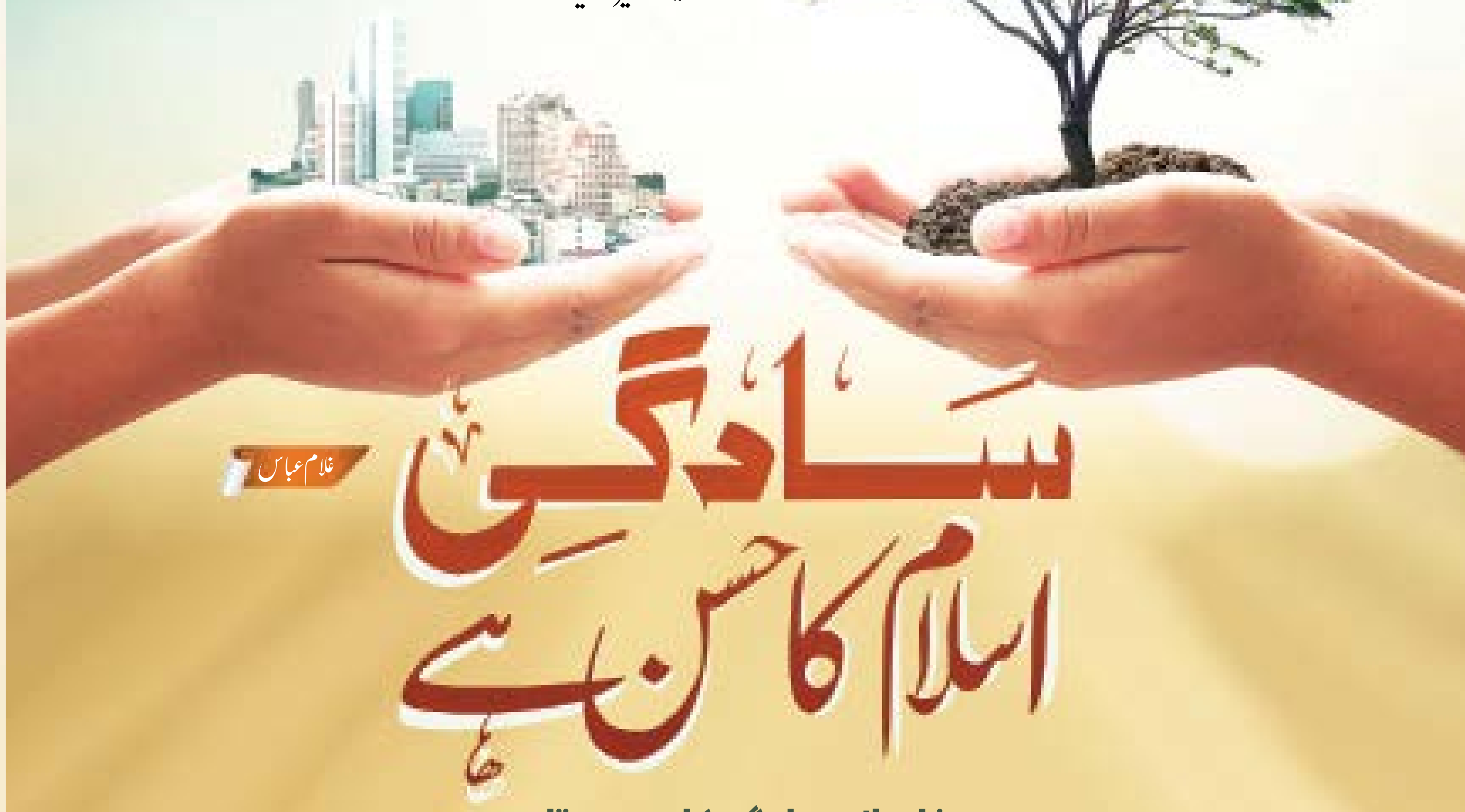

سادگی اسلام کا حسن ہے

غلام عباس

مال و دولت اور اسٹیٹس کی چاہ

انسان کے پاس جب مال و دولت کی بہتات ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ایک چیز جو تیزی سے انسانی شخصیت کا حصہ بنتی ہے وہ تصنع اور تکلفات پر مبنی زندگی ہے، آج نہ صرف پاکستان، بل کہ دنیا کے کسی بھی شخص سے ملیں، اس کا سب سے بڑا مسئلہ اسٹیٹس ہے کہ کس طرح دوسرے سے بڑھ کر نظر آؤں۔ اس اسٹیٹس اور مرتبے کی خاطر انسان ایسے کام کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا، جن سے بعض اوقات سالوں کے پرانے تعلقات اور خون کے رشتے تک ٹوٹ کر بکھر جاتے ہیں۔

اسٹیٹس قائم رکھنے کے لے بے دریغ دولت لٹائی جاتی ہے، پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے، مگر یہ اسٹیٹس ایک ایسا سراب ہے کہ جس کے پیچھے جتنا مرضی بھاگ لیں، یہ ہاتھ آنے والا نہیں۔ رومی تہذیب ایک ہزار سال تک دنیا پر حکومت کرتی رہی۔ رومن امپائر کو ناقابل شکست کہا جاتا تھا۔ ان کا نام سن کر ہی دشمن کانپنا شروع کر دیتا تھا، مگر پھر گیہوں کو گھن لگ گیا۔ دولت، مرتبے اور خواہش کا گھن۔ دولت کے ڈھیر لگتے گئے اور اس کے ساتھ منہ زور خواہشات بھی بے لگام ہوتی چلی گئیں۔ عالی شان محلات اور عمارتیں بنانے میں مقابلے شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر ڈریپر نے لکھا ہے: اہل روما کی عیش پرستی اور عشرت پسندی کی کوئی حد نہیں تھی۔ عیاشی ان کا اصول زندگی بنتا گیا۔ ان کے دستر خوانوں پر سونے چاندی کے برتن استعمال کیے جاتے۔ ملازموں کو زرق برق کپڑے پہنائے جاتے۔ پوری سلطنت میں ایک بھی ایسا شخص نہ ملتا جسے اپنے دین کے حوالے سے کوئی فکر ہوتی۔ نتیجہ کیا ہوا باز نطینی حکمرانوں نے عیش و عشرت میں ڈوبی اس حکومت کے بخیے ادھیڑ دیے۔

دین اسلام سادگی کا درس دیتا ہے

دینِ اسلام نے ہر شعبے میں اعتدال کا دامن تھامنے کا سبق دیا ہے اور سادہ زندگی گزارنے کو پسندیدہ قرار دیا ہے،

حضور کریم ﷺ کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے کہ حضور ﷺ نے بالکل سادہ زندگی بسر کی، باوجود اس کے کہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے، لیکن آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو پسند کرتے تھے، آپ کی پوشاک اور خوراک انتہائی سادہ ہوتی تھی۔

آپ ﷺ نے خود بھی سادہ زندگی بسر کی اور اپنے صحابہؓ کو بھی اسی بات کا درس دیا اور اسراف اور عیش و عشرت میں پڑنے سے منع فرمایا، چناں چہ مسلمانوں کے عیش و عشرت میں پڑ جانے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا خوف تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

خدا کی قسم! مجھے تم پر فقر و محتاجی کا خوف نہیں ہے۔ مجھے صرف یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا کی نعمتیں کھول دی جائیں گی، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کھول دی گئیں۔ پھر پچھلی امتوں کی طرح تم بھی دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگو گے۔ دنیا نے جس طرح ان لوگوں کو تباہ و برباد کیا، کہیں تم کو بھی نہ کر دے۔ (مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ایک دن میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ تو ریشم اور مخمل کے گدوں پر سوتے ہیں اور آپ جن کے لئے دو جہاں بنائے گئے ہیں، بوریے پر سوتے ہیں۔ تو حضور اکرمؐ نے فرمایا: افسوس کرنے کی بات نہیں، کیوں کہ ان کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت۔

اہل مغرب کے ہاں سادگی

یہاں ہم دنیا کے چند امیر ترین لوگوں کی زندگی کا تذکرہ کریں گے، جن کے پاس دنیا کی ہر نعمت موجود ہونے کے باوجود بھی ان کی زندگی سادگی کا مظہر تھی۔

انہوں نے اپنی دولت نام نہاد اسٹیٹس کو بنانے میں خرچ کرنے کی بجائے سادہ زندگی گزارنے کو ترجیح دی۔

وارن بفٹ دنیا کے امیر ترین آدمی ہیں۔ وہ امریکی اسٹاک ایکسچینج کے سب سے بڑے بروکر ہیں۔ صرف ایک سال میں ان کی دولت میں دس ارب ڈالر کا اضافہ ہوا۔ مگر دنیا کا یہ امیر ترین شخص امریکی شہر اوہاما میں صرف 31 ہزار ڈالر کے ایک معمولی سے مکان میں رہتا ہے۔ اپنی کار خود ڈرائیو کرتا ہے اور ایک گلی کے حجام سے 12 ڈالر میں بال کٹواتا ہے۔

آئر لینڈ کا ارب پتی چاک وینی بھی ایک ایسا ہی شخص ہے۔ وہ کہتا ہے: میں دولت کا خریدار نہیں، بل کہ لوگوں میں محبت کا فروغ میرا مشن ہے۔" یہ شخص ہر سال صرف 60 کروڑ ڈالر تو اس یونی ورسٹی کو عطیہ کرتا ہے جس میں اس نے تعلیم حاصل کی۔ چاک وینی کہتا ہے: "ایک وقت میں ایک سوٹ اور جوتوں کا ایک جوڑا ہی کافی ہوتا ہے۔" اس نے اپنی اولاد کی تربیت بھی ایسے ہی کی ہے۔

میکسیکو کا ارب پتی کارلوس سلم بھی ایک پرانے ماڈل کی کار میں سفر کرتا ہے، ایک درمیانے درجے کے مکان میں رہتا ہے۔

سویڈن کا کروڑ پتی انگفیر کامرڈ بھی سادگی سے زندگی گزارتا ہے۔ پبلک ٹرانسپورٹ پر سفر کرتا ہے۔ طویل سفر ہو تو اپنی کار خود ہی چلاتا ہے۔

فریڈرک مائر بھی ایک مشہور ارب پتی ہیں۔ اس کے دنیا بھر میں 197 اسٹور ہیں، جن میں 72 ہزار افراد ملازمت کرتے ہیں۔

وہ ایک سادہ مکان میں رہتا ہے اور نہایت سستی گاڑی پر سفر کرتا ہے۔

یہ سب افراد اپنی دولت فلاحی کاموں میں لگاتے ہیں۔ ان کی دولت بڑا گھر، نئی گاڑی، اچھا موبائل اور مہنگے کپڑوں پر خرچ نہیں ہوتی۔ وہ خود بھی معاشرے کا ایک عام آدمی بن کر رہتے ہیں اور عام آدمی جیسا رہن سہن اپناتے ہیں۔ وہ ایک ایسے معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں، جہاں دولت ہی سب کچھ ہے۔ زندگی کی تمام تر کوششوں کا مرکز دولت ہے۔ اس کے باوجود وہ دوسروں سے نمایاں نہیں ہوتے، عام آدمی کی طرح رہتے ہیں، مگر ہمارا تو دین اس کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام اس کا پرچار کرتا ہے کہ نمود و نمائش نہ کرو۔ دوسروں کو اپنی دولت سے نیچا دِکھانے کی کوشش نہ کرو۔ اس سے معاشرے میں حرص و حسد پھلتا پھولتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں لالچ بڑھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی معیشت ہے۔ (معجم اوسط للطبرانی)

ایک مسلمان کو اپنے خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا چاہیے۔ خود کو اتنا غریب بھی ظاہر نہیں کرنا چاہیے کہ لوگ ترس کھائیں،

اسی طرح خود کو دوسروں سے اتنا امیر بھی ظاہر نہ کرے کہ لوگ رشک کرنے لگیں۔

حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ ایک دن صحابہ کرام دنیا کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سن لو! سن لو! بے شک سادہ زندگی گزارنا بھی ایمان کا حصہ ہے، بے شک سادہ زندگی گزارنا بھی ایمان کا حصہ ہے۔ (ابو دائود)

سادگی معیشت کو مضبوط بناتی ہے

سادہ معاشرت جب کسی معاشرے میں رواج پا جائے تو پھر چاہے کتنی ہی سادگی کیوں نہ ہو، معیوب نہیں سمجھی جاتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شادیوں میں اس کی جھلک ملتی ہے۔ چناں چہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک قمیص ہوتی تھی، اگر مدینہ میں کسی کے ہاں شادی ہوتی تو دلہن کو پہنانے کے لیے ان سے وہ قمیص مستعار لی جاتی تھی، جب کہ ہمارے ہاں شادیوں میں جو فضول خرچی ہوتی ہے، اس سے ملکی معیشت پر کیا اثرات پڑتے ہیں اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ ہر سال گاڑی کا نیا ماڈل، نیا موبائل، گھر میں نئی سیٹنگ آجکل اسٹیٹس کا حصہ مانا جاتا ہے۔ اگر ہم اپنی تقریبات اور زندگی کے دیگر مواقع پر سادگی کو شعار بنائیں تو نہ صرف اپنی ذات کو خود ساختہ مشکلات سے بچا سکتے ہیں، بل کہ اس کے ملکی معیشت پر بھی بہترین اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

سادگی کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ آپ کی پوشاک پھٹی پرانی یا گندی ہو، خوراک جھوٹی موٹی ہو، رہائش کے لیے کچے گھر ہوں وغیرہ، بل کہ اسلام میں سادگی کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے حیثیت کے مطابق پوشاک و خوراک ہو، لیکن اس میں نہ تو اسراف اور فضول خرچی ہو اور نہ ہی نمود و نمائش کا کوئی شائبہ ہو تو پھر اچھا کھانا اور پہننا بھی اللہ کے ہاں پسندیدہ کہلائے گا۔

پابندیاں

بنتِ جان زیب

"اتنا بے کار ٹیسٹ دینے پر میں آپ کی شکایت پر نسپل آفس تک لے جاؤں گی۔"

رمشا نے ایک شان سے اپنی ریاضی کی ٹیچر کی نقل اتارتے ہوئے کہا اور سب لڑکیاں ہنسنے لگیں۔

"اوہ۔۔۔ تو کونسا وہ شکایت لگا سکتی ہیں؟ جب خود بھی ایسا ہی پڑھایا ہے۔" تائبہ نے جُت لگائی

اور اتنے میں اسلامیات کی ٹیچر کلاس میں داخل ہوئی اور لڑکیوں نے بمشکل ہنسی روکی۔

"آپ سب اتنا مسکرا کیوں رہی ہیں؟ لگتا ہے کوئی بہت اچھا ٹیسٹ دے دیا ہے۔"

"ہاں! ٹیچر! ہم اور ٹیسٹ دینا! یہ تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔" مصباح بولی تھی۔

"چلو! کل جو سورہ انفال کا شانِ نزول پڑھایا تھا' وہ سناؤ مصباح!"

اور مصباح کے نہ سنانے پر ٹیچر نے اُسے کھڑا کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹیچر نے کہا:

"مصباح! آپ بیٹھ جائیں اور آئندہ کلاس میں حاضر دماغ رہا کریں۔"

اور مصباح نے غصے سے ٹیچر کی طرف دیکھا اور کھڑی رہی۔

مسلسل چار مرتبہ ٹیچر کے کہنے کے باوجود وہ کھڑی ہی رہی تھی اور اس کے بعد ٹیچر نے کلاس میں کبھی کسی کو سزا نہیں دی تھی۔

کتنا مزہ آتا تھا' کوئی روک ٹوک نہ تھی' بس آزادی تھی' جب دِل چاہا پڑھ لیا اور ٹیچرز تو ہمیں دیکھ کر سہم جاتی تھیں! ثمرا نہی سوچوں میں غرق تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی اور اس کی کزن رابعہ اندر آئی۔

"ارے رابعہ! اتنے عرصے بعد تم کیسے آ گئیں؟" ثمر سلام کرتے ہوئے گرم جوشی سے رابعہ کے گلے لگ گئی۔

"بس جب ہم نے سنا' ہماری چنچل سی کزن نے مدرسے میں داخلہ لیا ہے تو ہم مبارک باد دینے چلے آئے۔ ثمر! واقعی تم نے کمال کر دیا' مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ تم سناؤ! مدرسے میں پڑھنا کیسا لگ رہا ہے؟" رابعہ ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی۔ رابعہ کو خود بھی مدرسے میں پڑھتے ہوئے دو سال ہو گئے تھے۔ اور ثمر کچھ لمحے خاموش رہی۔

"کیوں ثمر' کیا تم پریشان ہو؟ خیریت؟"

"ہاں خیریت ہے مگر؟"

"مگر کیا؟" رابعہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

"رابعہ مدرسے جا کر مجھے بہت مشکل لگ رہا ہے کہ میں وہاں رہ سکوں۔
وہاں ہم پر اتنی پابندیاں لگائی گئی ہیں کہ مجھے تو اپنا آپ قید میں لگتا ہے۔"

"کیوں؟ ایسی کونسی پابندی لگا دی مدرسے والوں نے؟" رابعہ قدرے حیران ہوئی۔ "یہی کہ:

- روز کا کام روز کرنا
- ٹیسٹ باجی کی مرضی پر دینا
- باجی کا نام نہ لینا
- کلاس میں زور سے نہ ہنسنا'
- آپس میں موبائل پر رابطے نہ کرنا
- کتابوں کی طرف پاؤں نہ پھیلانا
- ڈیسک کے ساتھ پاؤں نہ لگانا
- باوضو رہنا

اور اسی طرح کی اور بہت سی پابندیاں۔۔۔" ثمر نے شکوے بھرے لہجے میں کہا اور رابعہ مسکرا دی۔

"ثمر پگلی! سنو میری بات! جب میں شروع میں مدرسے گئی تو مجھے بھی یہ سب نیا نیا لگا'
لیکن الحمدللہ! میرے گھر کا ماحول ایسا تھا کہ مجھے دین سے متعلق آداب کا علم تھا' اس لیے مجھے مشکل نہ ہوئی اور
تم چوں کہ اسکول میں آزادانہ گفتگو کی عادی ہو چکی ہو' اس لیے تمہیں یہ سب پابندیاں لگ رہی ہیں۔
دیکھو ثمر! جس چیز کی عظمت ہمارے دِل میں ہوتی ہے' اس کے لیے اپنے انداز و اطوار اور رویّے کو بدلنا بھی ہمیں مشکل نہیں لگتا۔
جب حاجی حج کرنے جاتے ہیں تو اتنی ساری پابندیاں کس لیے برداشت کرتے ہیں۔
صرف اس وجہ سے کہ اس پر اجر ملے گا اور خانہ کعبہ کی عظمت ان کے دِلوں میں ہوتی ہے' لہٰذا یہ پابندیاں مشکل بھی نہیں لگتیں۔
اسی طرح جب تمہارے دِل میں مدرسے کی محبت ہو گی' حیثیت اور مرتبہ ہو گا۔ اپنی استانیوں کی محبت ہو گی
تو پھر اِن آداب کی رعایت رکھنا بالکل بھی مشکل نہیں لگے گا۔ یہ پابندیاں نہیں' دین کے علم کو حاصل کرنے کے آداب ہیں۔
کسی کا مقولہ ہے کہ "یہ دین بڑا غیور ہے' جب تک کوئی اس کے سامنے پورا جھک نہ جائے اور اپنے آپ کو مٹا نہ دے'
تب تک یہ اسے تھوڑا سا بھی حصہ نہیں دیتا۔" ثمر بہت غور سے رابعہ آپی کی باتیں سن رہی تھی۔
"اس لیے پیاری ثمر! تم مدرسے کا اسکول سے اور مدرسے کی استانیوں کو اسکول کی ٹیچروں سے موازنہ کبھی نہ کرنا۔
سچ تو یہ ہے کہ اسکول کے اساتذہ کا بھی ایسا ہی ادب کرنا چاہیے'
لیکن اسکول کی پڑھائی ایک ہنر کی مانند ہے' جو بعض اوقات بغیر ادب کیے بھی حاصل ہو جاتی ہے' البتہ
یہ علمِ دین بلا ادب کے کبھی بھی ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا' کیوں کہ الدِّینُ کُلُّہٗ اَدَبٌ کہ دین تو سارے کا سارا ادب ہے۔"

رابعہ ایک لمحے کے لیے رُکی اور ثمر نے سوال کر ڈالا: "تو ادب کیسے کرتے ہیں؟ مجھے تو کچھ نہیں پتا کہ ادب کیا ہے؟"

"یہی تو ادب ہے جو تمہیں پابندیاں لگ رہی ہیں۔

- استاد کا نام نہ لیا جائے'
- ان کی جگہ پر نہ بیٹھا جائے'
- اِن کے سامنے نہ ہنسا جائے'
- غیر ضروری سوالات نہ کیے جائیں'
- استاد کے سامنے ٹیک نہ لگایا جائے
- استاد کے سامنے پاؤں نہ پھیلائے جائیں

اور سب سے بڑا ادب یہ ہے کہ استاد سے محبت کی جائے اور محبت خود ہی ادب سکھلا دیتی ہے۔

- حضرت امام ابو حنیفہ ﷫ ساتویں گلی میں استاد کے گھر کی طرف کبھی پاؤں کر کے نہیں سوئے۔
- حضرت امام شافعی ﷫ فرماتے ہیں کہ میں اپنے استاد امام مالک ﷫ کے سامنے ورق آہستہ پلٹتا تھا تاکہ اُس کی آواز اُن کو سنائی نہ دے۔
- امام احمد ﷫ ادب کی وجہ سے کبھی اپنے استاد کا نام نہ لیتے تھے‘ بل کہ کنیت سے ذکر کرتے تھے۔
- امام ربیع ﷫ فرماتے ہیں کہ اپنے استاد امام شافعی ﷫ کی نظر کے سامنے مجھ کو کبھی پانی پینے کی جرأت نہ ہوئی۔
- حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ فرماتے ہیں کہ دو چیزیں طالب علم کے لیے ڈاکو اور زہرِ قاتل ہیں؛

ایک اپنی غلطی کی تاویل کرنا　　　دوسرا اپنے استاد پر اعتراض کرنا‘

اس لیے اِن دونوں سے ہمیشہ بچنا چاہیے‘ بلا تاویل اپنی غلطی مان لینی چاہیے اور کبھی استاد پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

”رابعہ! کیا میں ایسا ادب کر سکتی ہوں؟ مجھے تو علم بھی نہیں تھا‘ میں نے تو بہت بے ادبی کی ہے مدرسے میں۔۔۔اور۔۔۔

اسکول کی ٹیچرز کو تو کبھی استاد سمجھا ہی نہیں تھا۔“ ثمر روہانسی ہو گئی۔

”اب بھی وقت ہے ثمر! اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

اللہ سے دعا کرو کہ اللہ تمہیں کامل ادب کرنے والا بنائے اور تمہارے دِل میں استانیوں کی اور مدرسے کی عظمت پیدا فرمائے۔

اس کے لیے تم دو کام کرو؛

ایک تو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ﷫ کی کتاب ”آدابِ طالب علم“ کا مطالعہ روز کرو اور اس پر عمل بھی پختگی سے کرو۔

دوسرا یہ کہ استانیوں کے سامنے اپنے لاڈلے پن کا اظہار مت کرو‘ بل کہ ہر حُکم کو ماننے والی بنو‘ خاموشی اختیار کرو‘ صرف کام کی بات کرو۔“

”تو رابعہ! جو اتنے دِن میں نے استانیوں کا حکم نہیں مانا‘ اس کا کیا ہو گا؟“ ثمر فکر مندی سے بولی۔

”آپ کی تبدیلی ہی گزرے ہوئے رویّے کی تلافی ہو گی‘

البتہ اسکول ٹیچرز سے اگر ملاقات ہو تو معافی کے الفاظ کہہ دینا۔“ رابعہ نے سمجھایا۔

”ہاں رابعہ! اللہ کا شکر ہے کہ ابھی میں نے میٹرک کا سر ٹیفکیٹ نہیں لیا‘ وہ لینے جاؤں گی نا تو معافی بھی مانگ لوں گی۔

شکریہ رابعہ! تم نے مجھے کام یابی کی راہ دِکھائی۔“ اور رابعہ مسکرادی۔

بادشاہ نے جب اس طالب علم کی بات سنی‘ جو صرف اللہ کی رضا کی غرض سے علم حاصل کر رہا تھا تو اس نے مدرسہ بند کرنے کا اپنا ارادہ تبدیل کر دیا اور دل میں سوچا کہ جب تک ایک طالب علم بھی ایسا ہے جو صرف اللہ کے لیے پڑھ رہا ہے‘ تب تک میں مدرسہ بند نہیں کرواؤں گا۔

نانا ابو نے اتنا بتا کر حامد کی طرف دیکھا جو غور سے سن رہا تھا۔

”حامد بیٹے! بتاؤں وہ طالب علم کون تھا؟“

”اسد نے جلدی جلدی جواب دیا: ”جی نانا ابو! بتائیں وہ کون تھے؟

”نانا ابو نے مسکرا کر کہا: ”وہ طالب علم امام غزالیؒ کے نام سے مشہور ہیں۔

”حامد بولا: ”نانا ابو! میں سچ بتاؤں کہ میں حافظ کیوں بن رہا ہوں؟

”نانا ابو نے شفقت سے پوچھا: ”بتاؤ بیٹا؟

حامد نے جواب دیا: ”نانا ابو! سامنے والا جمال ہے نا‘ وہ حافظ بنا تھا ہر ایک نے اسے بہت عزت دی۔ بڑی آمین ہوئی‘ پھر ہر ایک نے اس کی دعوت کی‘ تب میں نے سوچا کہ میں بھی حافظ بنوں اور میری بھی ایسی ہی خاطر تواضع ہو۔ نانا ابو! آپ ”نے یہ واقعہ سنایا تو اب میں نے نیت بدل لی ہے۔

”نانا ابو: ”بیٹا! اب آپ کی کیا نیت ہے؟

حامد: ”نانا ابو! میں صرف اللہ کی رضا کی خاطر حافظ بنوں گا اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کروں گا اور جن ”باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں انہیں چھوڑ دوں گا۔

نانا ابو نے ان شاء اللہ کہا۔

تو پیارے بچو! آپ کس لیے علم حاصل کر رہے ہیں؟؟؟

04

Perfect

19

مسائل
پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

بہو کو سسر اور ساس کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے؟

سوال: شوہر کے والد (سسر) اور والدہ (ساس) کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے؟ اسلام اس کے بارے میں کیا رہنمائی کرتا ہے؟

جواب: واضح رہے کہ ساس' سسر بہو کے ماں باپ کی جگہ ہیں۔ بہو کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ جس طرح اپنے والدین کی عزت کرتی ہے' اسی طرح شوہر کے والدین کی عزت کرے' بلکہ شوہر کے والدین کو اپنے والدین سے زیادہ عزیز سمجھے۔ اور ساس سسر کو بھی چاہئے کہ اسے بیٹی سے بڑھ کر عزت دیں' لیکن افسوس ہے کہ ایسا ہوتا نہیں' ساس سسر' بہو کو بیٹی جیسی عزت نہیں دیتے اور بہو ان کو ماں باپ کی جگہ نہیں سمجھتی۔ اس میں لڑکی کا قصور کم ہوتا ہے اور لڑکی کی ماں اور ساس کا قصور زیادہ ہوتا ہے۔ اس (ماں) کی تربیت اور اس (ساس) کی ترش روئی کے نتیجے میں لڑکی ساس کو ڈائن اور اپنے نئے گھر کو عقوبت خانہ سمجھتی ہے۔ اسے اپنے نئے گھر میں محبت کی خوشبو نہیں ملتی' بلکہ نفرت' ترش روئی اور بات بات پر طعنہ زنی کی بدبو ملتی ہے۔ اسے ایسا لگتا ہے کہ مجھے جنت سے نکال کر دوزخ میں ڈال دیا گیا۔ بالآخر وہ بغاوت پر اتر آتی ہے اور گھر ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

شوہر کے والدین خصوصاً ماں کو اگر سلیقہ ہو تو خوش دلی کے ساتھ بہو سے جتنی چاہیں خدمت کرائیں' یہ بہو کے لیے سعادت ہے اور ساس سسر کے اخلاق کی بلندی کی علامت ہے۔

بالغ لڑکی کے انکار کی صورت میں نکاح کا حکم

سوال: میری ایک سہیلی کے والدین نے بچپن ہی میں یعنی تین چار سال کی عمر میں اس کے چچا کے لڑکے سے اس کی بات کی تھی' نکاح وغیرہ کچھ نہیں ہوا اور ابھی تک لڑکی کو کوئی علم نہیں تھا۔ اب وہ بالغ ہو چکی ہے اور وہ اپنے چچا کے لڑکے کو پسند نہیں کرتی' بلکہ اس سے نفرت کرتی ہے اور لڑکی کے والدین کو بھی اس کا علم ہے' لیکن اس کے باوجود والدین اپنی جھوٹی غیرت اور زبان کی وجہ سے اس پر زبردستی کرتے ہیں اور اسے راضی کرتے ہیں' لیکن وہ کسی قیمت پر تیار نہیں۔ اب والدین کہتے ہیں کہ جیسا بھی ہو ہم اس کی شادی زبردستی کریں گے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا یہ نکاح صحیح ہوگا' جبکہ لڑکی' لڑکے کو دل سے نہ مانے اور کسی کے ڈر کی وجہ سے وہ زبان سے ہاں کر دے؟ کیا اسلام میں لڑکی کو اپنی رائے کا حق نہیں؟ اور اگر یہ نکاح نہیں ہوتا اور شادی کے بعد یہ اپنے شوہر سے ملتی ہو تو اس کا گناہ کس پر ہوگا؟ والدین پر یا لڑکی پر؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں اگر لڑکی نے زبان سے "ہاں" کہہ دی تو نکاح ہو جائے گا اور اگر پوچھنے پر خاموش رہی' تب بھی ہو جائے گا' اور اگر انکار کر دیا تو نہیں ہوگا۔ اسلام میں لڑکی کی رائے کا احترام ہے اور اس کی منظوری کے بغیر نکاح نہیں ہوتا اور والدین کو بھی پابند کیا گیا ہے کہ وہ لڑکی کی رائے کو ملحوظ رکھیں اور اپنی مرضی کو اس کی مرضی پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کریں' لیکن اگر لڑکی اپنی خواہش کے خلاف محض والدین کی عزت کی خاطر والدین کی تجویز پر "ہاں" کر دے تو نکاح ہو جائے گا۔

نکاح کے لیے شرعی گواہوں کا ہونا ضروری ہے

سوال: میرے والد میرے بچپن میں ہی فوت ہو گئے' اس لیے میں اب تک اپنی والدہ کی زیرِ کفالت رہی ہوں۔ کچھ عرصہ قبل میں نے اپنی والدہ کی اجازت اور رضامندی سے ایک مرد سے بالمشافہ (براہِ راست) نکاح کا ایجاب و قبول کیا۔ نکاح کے گواہ ایک مرد اور ایک عورت (میری والدہ) ہیں۔ حقِ مہر جو مقرر ہوا' وہ میرے شوہر نے بروقت ادا کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ نکاح ہو چکا ہے یا نہیں؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں نکاح نہیں ہوا' کیونکہ نکاح میں دو مردوں کا یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ ہونا ضروری ہے' اس لیے ایک مرد اور ایک عورت کی موجودگی میں جو نکاح کیا گیا' وہ نکاح فاسد ہے۔

سوال: اپنے شوہر کے مسلسل تقاضوں کے باوجود میں نے کسی قسم کا تعلق قائم نہیں کیا' اس کی وجہ کوئی ناراضگی وغیرہ نہیں ہے۔ میرے شوہر کا کہنا ہے کہ میاں بیوی کا نکاح قائم رکھنے کے لیے کم از کم چار ماہ میں ایک بار تعلق قائم کرنا ضروری ہے' ورنہ سورۂ بقرۃ کی آیت نمبر 226 کے تحت یہ "ایلاء" ہے اور چار ماہ کی مدت گزر جانے کے بعد خود بخود طلاق واقع ہو جاتی ہے اور نکاح باقی نہیں رہتا۔

آپ یہ فرمائیں کہ کیا واقعی چار ماہ میں ایک بار تعلق قائم کرنا ضروری ہوتا ہے؟ اور یہ کہ مندرجہ بالا صورت میں ہمارا نکاح اب تک قائم ہے یا ٹوٹ چکا ہے؟

جواب: آپ کا نکاح ہوا ہی نہیں' اس کے ٹوٹنے یا باقی رہنے کا کیا سوال ہے۔۔۔؟ ویسے اگر چار مہینے یا اس سے زیادہ عرصہ میاں بیوی کی "مقاربت" نہ ہو تو نکاح نہیں ٹوٹتا۔ سورۂ بقرۃ کی جس آیت کا حوالہ آپ نے دیا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر یہ قسم کھا لے کہ وہ چار مہینے یا اس سے زیادہ اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا۔ تو یہ "ایلاء" کہلاتا ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ یا تو شوہر چار مہینے گزرنے سے پہلے پہلے اپنی قسم توڑ دے اور بیوی سے مقاربت کر کے قسم کا کفارہ ادا کرے' ورنہ چار مہینے گزرنے کے بعد اس کے قسم کھانے کی وجہ سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ لیکن اگر شوہر نے ایسی قسم نہ کھائی ہو تو خواہ کتنے ہی عرصے تک میاں بیوی نہ ملیں' طلاق نہیں ہوتی۔

لاپتہ شوہر کی بیوی کتنے عرصے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟

سوال: اگر شوہر لاپتہ ہو جائے تو کتنے عرصے کے بعد عورت نکاح کرے؟ یا شوہر لاپتہ نہ ہو' بلکہ معلوم ہو' مگر نہ حقوق ادا کرتا ہو اور نہ طلاق دیتا ہو تو ایسے شوہر سے خلاصی کی کیا صورت ہو گی؟

جواب: واضح رہے کہ جس عورت کا شوہر لاپتہ ہو گیا ہو' اس کو چاہیے کہ عدالت میں دعویٰ دائر کرے' اوّلاً شہادت سے ثابت کرے کہ اس کا نکاح فلاں شخص سے ہے' پھر شہادت سے یہ ثابت کرے کہ وہ اتنے عرصے سے لاپتہ ہے اور اس نے اس عورت کے نان و نفقہ کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ عدالت اس کی شہادتوں کی سماعت کے بعد اسے چار سال انتظار کرنے کا حکم دے اور اپنے ذرائع سے اس کو تلاش کرنے کی کوشش کرے اور چار سال کے عرصے میں اگر شوہر نہ آئے تو عدالت اس کے فسخِ نکاح کا فیصلہ کرے۔ اس فیصلے کے بعد عورت عدّت (چار ماہ دس دن) گزارے۔ عدت کے بعد وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر عدالت محسوس کرے کہ مزید چار سال کے انتظار کی ضرورت نہیں تو عورت کی شہادتوں کے بعد وہ فوری طور پر فسخِ نکاح کا فیصلہ بھی کر سکتی ہے۔ تاہم عدالت کے سامنے شہادتیں پیش کرنا اور عدالت کے فیصلے کے بعد عدت گزارنا شرطِ لازم ہے' اس کے بغیر دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا۔

جو شوہر نہ تو اپنی بیوی کو آباد کرتا ہو' نہ اسے طلاق دیتا ہو' وہ عورت عدالت سے رجوع کرے اور عدالت تحقیق و تفتیش کے بعد شوہر کو حکم دے کہ وہ یا تو دستور کے مطابق بیوی کو آباد کرے یا اسے طلاق دے دے۔ اگر وہ کسی بات پر بھی آمادہ نہ ہو تو عدالت شوہر یا اس کے وکیل کی موجودگی میں "فسخِ نکاح" کا خود فیصلہ کر دے۔ اس فیصلے کے بعد عورت عدتِ طلاق گزارے' عدت کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کر سکے گی۔ باقی اس طرح کے معاملات میں عدالتی خلع کا جو مروّجہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے (کہ شوہر سے رابطہ کئے بغیر عدالت طلاق نامہ جاری کر دیتی ہے) اس کا شرعاً اعتبار نہیں ہوتا اور عورت بدستور پہلے شوہر کے نکاح میں رہتی ہے' اِلّا یہ کہ وہ مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق شوہر سے چھٹکارا حاصل کرے۔

عورت کے ذمہ شوہر کی خدمت کے حدود

سوال: اخبار میں ایک عالمِ دین کا مضمون نظر سے گزرا تھا' جس سے یہ بات بلاشک و شبہ کے ظاہر ہوتی ہے کہ بیوی سے ہم اپنی کوئی بھی خدمت لینے کے مجاز نہیں' نہ کھانا پکانے کو کہہ سکتے ہیں' نہ بستر صحیح کرنے کو' نہ گھر کی صفائی کو' نہ کپڑے استری کرنے کو۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس کا مأخذ کون سی حدیث یا آیتِ قرآنی ہے؟ کیا مرد و عورت کے خاص تعلق کے علاوہ کوئی اور تعلق ثابت نہیں ہے؟

جواب: ان عالمِ دین نے بات کو صحیح لکھا' لیکن یہ بات بھی واضح رہے کہ ایک ہے قانونی فرض اور ایک ہے اخلاقی فرض۔ میاں بیوی کا معاملہ اگر قانونی فرض تک محدود رکھا جائے تو نہ مرد عورت سے کوئی خدمت لے سکتا ہے' نہ عورت مرد کو اپنے علاج و معالجے کے لیے کہہ سکتی ہے' جبکہ اخلاقی فرض کا جہاں تک تعلق ہے تو ہمارے معاشرے میں اسی کا چلن ہے اور یہ بالکل صحیح ہے' اسی پر کار بند رہنا چاہیے۔

باورچی خانہ اور ہماری صحت

بند گوبھی

انسان کو جسمانی کثافتوں سے نجات دلانے والی قیمتی سبزی

حکیم شمیم احمد

گوبھی کو عربی میں الکرنب اور انگریزی میں (Cabbage) کہتے ہیں۔اس سبزی کو کرم کلہ اور 'پتا گوبھی' سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔یہ پتوں پر مشتمل ترکاریوں میں انتہائی قیمتی اور شاندار غذائی نعمت ہے۔یہ خوش ذائقہ ہونے کی وجہ سے دنیا بھر میں کھائی جاتی ہے۔یہ پٹھوں کی تعمیر کرتی ہے۔اور بدن کی صفائی کے لیے عمدہ ہے۔بند گوبھی کی کئی اقسام ہیں۔ان کی جسامت' شکل اور رنگ مختلف ہوتے ہیں۔پتوں کا سائز اور ساخت بھی مختلف ہوتی ہے۔قدیم یونانی اسے اہم سبزی قرار دیتے تھے۔رومیوں میں بھی یہ بہت مقبول تھی۔بند گوبھی کا اصل وطن جنوبی یورپ اور بحیرہ روم کے علاقے ہیں۔

بند گوبھی اعلیٰ درجہ کے معدنی اجزاء' حیاتین اور کھاری نمکیات کی وجہ سے زبردست اہمیت رکھتی ہے۔اسے کچی حالت میں بطور سلاد بھی استعمال کی جاتی ہے۔اس کو بھاپ میں پکانے کے علاوہ ابالا اور بھونا جاتا ہے۔اسے کچا استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اسے پکانے سے اس کی قیمتی غذائی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔کچی بند گوبھی آسانی سے ہضم ہو جاتی ہے جبکہ پکانے پر اتنی زود ہضم نہیں رہتی۔اسے جتنا پکایا جائے یہ اسی قدر ثقیل ہو جاتی ہے۔اور ہضم ہونے میں دیر لگاتی ہے۔یہ خامی دور کرنے کے لیے بند گوبھی کو پکاتے ہوئے اس میں تھوڑی سی ہینگ ڈال دیتے ہیں۔

بند گوبھی میں جسمانی کثافت صاف کرنے اور موٹاپا دور کرنے کی بہت صلاحیت پائی جاتی ہے۔اس کے انتہائی قیمتی اجزاء میں سلفر اور کلورین سرفہرست ہیں آئیوڈین بھی بڑی تناسب کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ سلفر اور کلورین کا امتزاج معدے اور آنتوں کی بافتیں صاف کرنے کا سبب بنتا ہے۔ لیکن یہ صرف اسی وقت اثر انداز ہوتا ہے جب بند گوبھی کو کچی حالت میں نمک کے بغیر کھایا جائے۔تاہم بند گوبھی یا اس کا رس کبھی غذا کا بڑا حصہ نہ بنائیں۔اسے ہمیشہ دیگر غذائوں کے ساتھ کم مقدار میں استعمال کریں۔اس کا اضافی استعمال تھائی رائیڈ کے مرض گلہڑ کا سبب بن جاتا ہے۔اس کی کم مقدار اور کڑوا رس ہی غذائیت بخش اور شفا بخش ہیں۔انفیکشن' السر اور نظام ہضم کی دیگر خرابیوں کا موثر علاج ہیں۔

عمل انہضام کے بعد بند گوبھی کا ایسا مواد انتڑیوں میں جا پہنچتا ہے جو جذب نہیں ہوتا۔وہ پھر انتڑیوں کو اجابت کرنے کے لیے متحرک کر دیتا ہے۔چنانچہ کچی بند گوبھی کا استعمال قبض دور کرنے کے لیے معاون ہے۔یہ کوئی منفی اثر پیدا نہیں کرتا۔اس مقصد کے لیے جب کچی گوبھی کھائیں تو تھوڑا سا نمک' کالی مرچ اور لیموں کا رس باریک کٹی ہوئی گوبھی میں شامل کر لیں۔

چھوٹی آنت کا السر دور کرنے کے لیے بند گوبھی کا رس پیا جائے تو معجزاتی اثرات سامنے آتے ہیں۔ سٹین فورڈ یونیورسٹی کے ڈاکٹر کا دعویٰ ہے کہ اس نے متعدد مریضوں کے معدے کا السر بند گوبھی کے رس سے مندمل کیا ہے۔اس رس میں موجود اینٹی السر جزو یعنی وٹامن (U) مذکورہ شافی عمل کا ذریعہ بنتا ہے۔السر کے علاج کے لیے 90 سے 180 گرام بند گوبھی کا رس روزانہ تین دفع کھانے کے بعد پینا چاہیے۔اس کو زیادہ خوش ذائقہ بنانے کے لیے ماہرین کا کہنا ہے کہ اس میں اجوائن کے سبز پتوں اور شاخوں کا رس' انناس' ٹماٹر یا کسی ترش پھل کا رس شامل کر لیا جائے۔اس مشترکہ رس کو ٹھنڈا کر لیا جائے تو ذائقہ مزید بہتر ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ مشروب زیادہ مقدار میں نہ پیا جائے مناسب طریقہ یہ ہے کہ وقفوں کے ساتھ اسے دن بھر میں پیا جائے۔

موٹاپا فربہی: حالیہ تحقیق سے ثابت ہے کہ بند گوبھی میں ایک مادّہ ٹیر ٹرانک ایسڈ پایا جاتا ہے۔جو شکر اور کاربوہائیڈریٹس کو چربی میں تبدیل ہونے سے روکتا ہے۔یہ وزن گھٹانے کے لیے بہت اچھی غذا ہے۔اس کا سلاد استعمال کرنا دبلا رہنے کے لیے آسان ٹوٹکا ہے۔اس میں حیاتیاتی صلاحیت تو زیادہ ہے لیکن حرارے بہت کم ملتے ہیں۔علاوہ ازیں یہ معدہ بھرا ہوا ہونے کا احساس دلاتی ہے۔ لیکن آسانی سے ہضم ہو جاتی ہے۔

پھول گوبھی کا زیادہ استعمال کر کے قلب اور شریانوں کے امراض بھی قابو میں لائے جاسکتے ہیں۔مثلاً ہائی بلڈ پریشر کے مریضوں کے لیے یہ موزوں اور مفید سبزی ثابت ہوتی ہے۔اس میں چکنائی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے یعنی یہ کولیسٹرول سے محروم سبزی شمار کی جاتی ہے۔

وقت سے پہلے بڑھاپا: بند گوبھی میں ایسے اجزاء پائے جاتے ہیں جو انسانی بدن کو انحطاط سے بچاتے اور وقت سے پہلے بڑھاپے کی آمد روک دیتے ہیں۔بڑی عمر والوں کے لیے یہ سبزی نہایت مفید ہے۔اس میں پائے جانے والے طبّی اجزاء خون کی نالیوں کی دیواروں پر بننے والے اجتماعات تشکیل دیتے اور تلی میں پیدا ہونے والی پتھریوں کو تحلیل کرتے ہیں۔بند گوبھی میں پائے جانے والے وٹامن سی اور بی خون کی نالیوں کو صحت مند بناتے ہیں۔

جِلدی امراض: بند گوبھی کے پتے گرم کر کے زخموں پر لگانے سے ان کا اندمال تیزی سے ہوتا ہے۔پتوں کا یہ استعمال پیپ زدہ زخموں' آبلوں پھٹی ہوئی جِلد اور چنبل میں کامیاب ثابت ہوا ہے۔یہ جلی ہوئی جِلد اور بڑے پھوڑوں میں مفید پایا گیا ہے۔ان مقاصد کے لیے بند گوبھی کے بیرونی گہرے سبز اور موٹے پتے زیادہ موثر ہیں۔انہیں پہلے گرم پانی میں اچھی طرح دھولیا جائے پھر کسی تولیہ کے ساتھ خشک کر لیں اگر متاثرہ جگہ تھوڑی ہو تو پتوں کو کاٹ دیا جائے۔پتے گرم کر کے لینن کے کپڑے پر رکھیئے اور پھر اس پر نرم اونی کپڑے کا پیڈ سا بنا کر رکھ دیں۔یہ پٹی متاثرہ جِلد پر ایک دن یا ایک رات تک رکھنا ضروری ہے۔اگر پتے کا رنگ تبدیل ہو جائے یا وہ مرجھا جائے تو اس کی جگہ تازہ پتا باندھ دیجئے جب پتا یعنی پٹی بدلی جائے تو جِلد کا متاثرہ حصہ اچھی طرح دھو کر خشک کر لینا چاہیے۔

پھول گوبھی: یہ بھی بند گوبھی کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔جو سردی کے موسم میں خوب ملتی ہے۔اس کی تین قسمیں ہیں ایک قسم کے پتے چقندر کی طرح اور اس جیسے چوڑے اور موٹے ہوتے ہیں۔رنگ سبز کچھ خاکی اور سُرمئی ہوتا ہے۔اس کا مزا میٹھا اور کچھ تلخ ہوتا ہے۔اس کے درمیان میں ایک ڈنڈی نکل کر اس پر پھول آتا ہے۔ہمارے یہاں یہی قسم ملتی ہے۔وہ ہی قسم بہتر ہے جو تازہ' خوش رنگ اور نازک پھول لیئے ہو۔گوبھی کا مزاج مرکب القوی ہے۔بعض لوگ سرد و خشک مانتے ہیں۔

فولیٹ فولک ایسڈ: یہ بہت اہم حیاتین ہے' جو خاص طور پر خواتین کے لیے بہت ضروری اور مفید ہوتی ہے۔حاملہ خواتین کی غذا میں اس کی موجودگی بہت ضروری ہوتی ہے' اس سے ان کے ہونے والے بچے پیدائشی جسمانی عیب اور اعصابی شکایت سے محفوظ رہتے ہیں۔

فولاد: پھول گوبھی کے استعمال سے خون کے سرخ ذرّات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔یعنی ہیموگلوبن کی سطح بلند ہو جاتی ہے۔

حکماء اور اطباء کا کہنا ہے کہ گوبھی کا پھول محلل اور مفتح ہے۔یہ قوت باہ بڑھاتی اور پیٹ میں نفخ پیدا کرتی ہے۔پھول گوبھی کے استعمال سے پیشاب زیادہ آتا ہے۔جبکہ یہ خراب اور سوداوی خون پیدا کرتی ہے۔جس کی وجہ سے تبخیر پیدا ہوتی ہے۔پھول گوبھی ردی الغذا ہے اسی لیے سدے اور ریاح پیدا کرتی ہے۔دافع منشیات ہے۔لہٰذا شراب کا نشہ مٹاتی ہے۔سوداویت پیدا کرنے کی وجہ سے خیالات میں افکار اور فساد رہتا ہے۔

ثقیل غذا ہونے کی وجہ سے قابض ہے' دست اور اسہال میں فائدہ دیتی ہے۔اعضاء کو قوت دیتی ہے۔صفرا اور خون کا فساد دور کرتی ہے۔سوزاک کے بعد ہونے والے جریان میں نافع ہے۔کھانسی اور پھوڑے پھنسی دور کرتی ہے۔اس کے پتوں کا جوشاندہ قے میں خون آنے کو نافع ہے۔اس کے پتے پکا کر کھانے سے خونی بواسیر کو فائدہ ہوتا ہے۔اس کے پتے پیس کر کورے مٹی کے برتن میں ٹکیہ گرم کر کے آنکھ پر رکھنے سے آرام آتا ہے۔

اطباء کے مطابق گوبھی کی جڑ کا جوشاندہ پلانے سے عسر البول یعنی پیشاب کی تکلیف کو نفع ہوتا ہے۔گوبھی کے پتے کوٹ کر چاولوں کے ساتھ اونٹا کر چھان کر پلانے سے معدے کا ورم اور درد زائل ہو جاتا ہے۔اس کی جڑ کا جوشاندہ بخار میں مفید ہے۔

اس کے پتوں کو اونٹا کر ٹھنڈا کر کے اور مصری ملا کر پلانے سے سوزاک میں آرام ہوتا ہے۔

گوبھی کی چٹنی کھانے سے آواز کی خرابی دور ہوتی ہے۔اس کے جوشاندے میں شہد ملا کر چاٹنے سے بھی آواز کھلتی ہے۔

اس کو گوشت اور گرم مصالحوں کے ساتھ پکا کر کھانے سے بواسیر میں فائدہ ہوتا ہے۔اس کی جڑ گلے میں باندھنے سے بخار اُتر جاتا ہے۔

05

New Zaiby
24

باپ کا بیٹی کے نام خط
خط نمبر 24

کامیاب
ازدواجی زندگی کے رہنما اصول

محمد دانش

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

دیکھو بیٹی ! کامیاب ازدواجی زندگی کے اصول کے لیے اپنے آپ کو ناگزیر بنانا بہت کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ شوہر کا ساتھ کچھ اس طرح سے دیں کہ وہ آپ کے بغیر اپنے آپ کو ادھورا محسوس کرے۔ ایسا کرنے کے لیے آپ کو گھر میں خادمہ کی موجودگی کے باوجود بھی شوہر کے بہت سے کام خود کرنے ہوں گے۔ اب یہ آپ کے دل پر منحصر ہے کہ آپ ان کے کون کون سے کام اپنے ذمّے لے سکتی ہیں۔ ان کے لیے پسندیدہ کھانے پکانے ہوں گے۔ کیوں کہ یہ کہاوت مشہور ہے کہ ”شوہر کے دل تک پہنچنے کا راستہ معدے سے ہو کر جاتا ہے۔“

بیوی اپنے آپ کو کس طرح ناگزیر بنا سکتی ہے۔ اس کے لیے بھی طے شدہ فارمولا نہیں بنایا جاسکتا کیوں کہ ہر شخص یکساں فطرت کا مالک نہیں اور نہ ہی سب کی ضروریات اور خواہشات ایک جیسی ہوتی ہیں۔ اب یہ ہر لڑکی کو اپنی ذہانت اور سمجھ کو بروئے کار لاتے ہوئے خود اندازہ لگانا ہوتا ہے کہ اس کا شوہر کیا چاہتا ہے؟ ضروری نہیں کہ وہ خود کہے کہ اس کو بیوی سے کیا توقعات ہی' بل کہ سمجھ داری کا تقاضا تو یہی ہے کہ بیوی شوہر کے کہے بغیر وہ سب کچھ کرے جس کی وہ خواہش اور توقع رکھتا ہو۔ اگرچہ یہ ذرا مشکل کام ہے' لیکن ایسا کرنے سے عموماً خوشگوار تعلقات استوار ہوتے ہیں۔ اپنے آپ کو ناگزیر بنانے کے لیے اپنے حالات کے مطابق بیوی کو ایسی صورت حال پیدا کرنا ہو گی کہ شوہر اپنے روزمرہ معمولات اور کاموں کے لیے بیوی پر انحصار اور مکمل اعتماد کرے۔ اب یہ بیوی کی سمجھ داری پر منحصر ہے کہ وہ شوہر کے معمولات میں کس طریقے سے اپنے آپ کو شامل کرتی ہے تاکہ رفتہ رفتہ وہ شوہر کی زندگی کا جزوِ لاینفک بن جائے۔ دراصل یہ مقام حاصل کرنے کے لیے کافی حد تک اپنی ذات اور انا کی نفی کرنی پڑتی ہے۔ شوہر کو ایک کتاب کی طرح پڑھنا پڑتا ہے۔ اس کی خوشنودی کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینی ہوتی ہے تب کہیں جا کر یہ مقام حاصل ہوتا ہے اور یہی مقام کامیاب ازدواجی زندگی کی معراج ہے۔

پیاری بیٹی ! ہمارے دین و معاشرے میں والدین اور قرابت داروں کے بہت حقوق ہیں اور ہماری معاشرتی زندگی میں ان کی اہمیت ایک ایسی حقیقت ہے جس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ شادی کے بعد جب لڑکی بیاہ کر شوہر کے گھر جاتی ہے تو اس کا تعلق صرف شوہر سے نہیں بل کہ اس کے پورے کنبے سے ہوتا ہے۔ یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں شادی دو اشخاص کے درمیان نہیں بل کہ دو خاندانوں کے درمیان ہوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ ہمارے یہاں اکثر ازدواجی زندگی کے مسائل شوہر اور بیوی کے درمیان کم اور دونوں خاندانوں کی وجہ سے زیادہ ہوتے ہیں۔ تاہم اگر شوہر بیوی دونوں سمجھ داری سے کام لیتے ہوئے تمام رشتہ داروں کے حقوق حسب مراتب ادا کرتے رہیں اور تمام معاملات میں صبر و تحمل' برداشت' خلوص نیت اور درگزر سے کام لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ تعلقات خوش اسلوبی سے نہ نبھائے جاسکیں۔

لہٰذا بیٹی ! میکے میں تو آپ پلی بڑی ہیں۔ وہاں والدین اور بھائی بہن کے درمیان خونی محبت کے رشتوں کی وجہ سے آپ کی حیثیت بنی بنائی ہے' لیکن سسرال میں قدم رکھنے کے بعد آپ نے اپنے سلوک اور برتاؤ سے اپنی جگہ خود بناتی ہے۔ آپ کو چاہیے کہ شوہر کے عزیز و اقارب سے ابتدا ہی سے اپنے تعلقات حسب مراتب کچھ اس طرح استوار کیجیے کہ ایک خوشگوار سا خلوص و محبت کا رشتہ قائم رہے۔ سب سے پہلے تو آپ یہ بات ذہنی طور پر تسلیم کرلیں کہ آپ کے شوہر نے اپنے والدین' بہن بھائی اور دیگر رشتہ داروں کے درمیان زندگی کا ایک طویل حصہ گزارا ہے اور ان سب سے آپ کے شوہر کی محبت تعلق فطری تقاضا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح آپ اپنے والدین اور عزیز و اقرب سے محبت کرتی ہیں' اس لیے جب آپ اپنے رشتے داروں سے تعلق ختم نہیں کرسکتیں تو شوہر کیسے ان سے دور ہو سکتا ہے؟ آج کل اکثر لڑکیوں میں یہ رجحان فروغ پا رہا ہے کہ شادی کے بعد پہلا مشن شوہر کو ان کے رشتے داروں سے جتنا ممکن ہو دور اور اپنے رشتے داروں سے قریب تر کرلیا جائے۔ یہ نہایت خود غرضانہ اور احمقانہ سوچ ہے۔ یہ ان ذہنوں کی سوچ ہے جو عدم تحفظ اور خود پرستی کا شکار ہوں۔ اوّل تو کوئی شخص اپنے والدین اور قرابت داروں سے زیادہ عرصہ تک لاتعلق نہیں رہ سکتا اور اگر لڑائی جھگڑے سے بچنے کے لیے وقتی طور پر ایسا کر بھی لے تو اس کی شخصیت پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ بالکل یہ ایک ایسی تتلی کی مانند ہے جسے اگر مٹھی میں بند کرلیں تو اس کے سارے رنگ اُتر جاتے اور وہ نڈھال اور بدرنگ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جو بیویاں اپنے شوہروں کو ان کے والدین اور عزیز رشتہ داروں سے چھڑا کر یہ سمجھتی ہیں کہ انھوں نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے تو دراصل وہ احمقوں کی جنت میں رہتی ہی' کیوں کہ اس طرح ایک طرف تو وہ شوہر کی مشکلات' پریشانیوں اور ذہنی دباؤں میں اضافے کا سبب ہوں گی' دوسری جانب سسرال والوں کی نظر میں ان کی عزت اور وقار میں جو بدنما داغ لگے گا وہ بعد میں کوشش کے باوجود بھی دھویا نہیں جاسکتا۔ اس لیے بیٹی ! آپ یاد رکھیے کہ زندگی کا اصل لطف مل جُل کر محبت اور سلوک سے رہنے ہی میں ہے۔ اس میں اگرچہ برداشت اور درگزر کرنے کی عادت ڈالنا ہوتی ہے۔ تاہم اس کے نتیجے میں آپ اور آپ کے شوہر کو جو دلی مسرت اور ذہنی سکون ملے گا وہ علیحدگی اختیار کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ مشترکہ خاندانی نظام (Joint FamilySystem) کی صورت میں ایک دوسرے کا احساس کرنے اور باہم افہام و تفہیم سے کام لینے کے ساتھ ساتھ وسیع النظری سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

نوٹ : ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے اہم نکات انشاء اللہ آئندہ خط میں تحریر کروں گا۔

دعاگو
آپ کے ابو

مجھے تجھ سے ملنا ضروری ہے

قسط نمبر 2

اُمّتی

یہ بجا ہے مالکِ دو جہاں... میری بندگی میں قصور ہے

"پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں" اکثر وہ سوچتی' جب میرے اللہ نے فرمادیا تو یہی سچ ہے اور میں پاک نہیں ہوں۔ وہ پھر نئے سرے سے اپنی پچھلی زندگی سوچنے بیٹھ جاتی اور بھول جاتی کہ کبھی کبھی کوئی آزمائش بن کر بھی زندگی میں آتا ہے' جب اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ وہ نئے سرے سے اپنی پچھلی بیس سالہ زندگی کو سوچنے بیٹھ جاتی' میرے کتنے بوائے فرینڈز تھے؟ اس کے شوہر کی بیس گرل فرینڈز ہیں امریکہ میں۔ جب اس کا شوہر اپنی مقبولیت کی دھاک بٹھانے کو ان کے ساتھ اپنے ماضی کے قصے سناتا تو اس کو گھن آنے لگتی اور ساتھ ساتھ دادی پر غصہ کہ کیوں وہ اس سے دعا کراتی تھیں کہ "یا اللہ! گناہوں سے گھن نصیب فرمادے۔" اس کے شوہر کی نظر میں وہ بے وقوف تھی۔ دنیا کی سمجھ سے نابلد' محرم اور نامحرم کے دائرے میں مقیّد۔ حلال' حرام کے چکروں میں پڑی ہوئی دقیانوس لڑکی' وہ تصور میں دادی سے کہتی "دادی! آپ مجھے غافلات المحصنٰت بنا رہی تھیں تو کیوں مجھے ایک برے شخص کے حوالے کیا۔"

اس کے بعد اسے کچھ یاد نہیں رہتا' وہ ہوتی اور آنسوؤں کا دریا...

پارٹی میں مرد' عورت ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' باوجود بار بار کہنے کے' عدیل کو سارہ کے پردے کا کچھ خیال نہیں تھا اور اس طرح کی پارٹیوں میں جانا اس کا مستقل معمول تھا۔ سارہ دُکھے دل کے ساتھ گم صم بیٹھی رہتی' اسے سمجھ نہیں آتا وہ کیا بات کرے۔ عورتیں برانڈز کی باتیں کر رہی ہوتیں یا کسی غیر موجود عورت کی غیبت۔ وہ اپنے خیالوں میں گم تھی۔ عدیل اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ اچانک گاڑیوں کا ذکر چل پڑا اور سب ہی اپنی پسندیدہ گاڑی کا ذکر کرنے لگے۔

"ہاں سارہ! تم بتاؤ' تمھیں کون سی گاڑی پسند ہے؟" مسز اکبر مسکرا کر اس سے پوچھنے لگیں۔ ایک دم وہ اپنے خیالوں سے باہر آئی اور سامنے بیٹھے عدیل کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس نے اپنے ذہن پر زور دیا اور اس کے منہ سے ایک دم نکلا "سِوِک"۔ سب مسکرانے لگے اور اسے لگا جیسے عدیل کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا ہو' پھر سب باتوں میں مصروف ہوگئے اور وہ اپنی غلطی سوچنے میں لگ گئی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی عدیل غصے سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا:

"یہ تم کون سی گاڑی میں بیٹھی ہو؟"

"جی..." وہ حیرانی سے بولی۔

"ہمارے پاس "مرسیڈیز" ہے "بی ایم ڈبلیو" ہے اور تم کیا

"سِوِک" بول رہی تھی۔ میں شرمندہ ہو گیا تھا وہاں' اور سارے لوگ کیا سوچ رہے ہوں گے؟"

سارہ چپ کی چپ رہ گئی' وہ کیا بولتی' کیوں کہ ان چیزوں میں اس کی دلچسپی کبھی بھی نہیں تھی۔ یہ بھی اسے اس لیے یاد رہ گیا تھا کہ ابّا کے پاس "سِوِک" تھی' جس کو وہ اور زین' ابا کو خوش کرنے کے لیے چھٹی کے روز خوب صاف کیا کرتے تھے۔

"اور یہ تم کھوئی کھوئی کیوں رہتی ہو؟ میں دیکھتا ہوں کہ تم میری دوستوں کی بیویوں سے زیادہ بات نہیں کرتی' آخر تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟"

جب وہ بولتی تھی تو اس کے بولنے میں غلطیاں ڈھونڈی جاتیں اور جب چپ رہتی تو اس میں بھی... پچھلے چھ مہینوں میں اس کی شخصیت میں اتنی خامیاں ڈھونڈی گئی تھیں کہ اب اس کو یوں لگتا تھا کہ ہاں! میں ہی غلط ہوں' اس سوسائٹی میں میں فِٹ ہی نہیں ہوں۔ وہ سب لوگ بالکل نارمل ہیں اور میں ابنارمل ہوں۔ اب اس کا دل نہیں چاہتا کہ وہ اپنا دفاع کرے اور بتائے کہ اس کو کیا اچھا لگتا ہے اور کیا برا۔ اس کو زین یاد آنے لگا اور زین کی باتیں۔ جب کبھی چیزوں کے بارے میں ان کے یہاں کوئی ذکر زیادہ ہونے لگتا تو وہ کہتا: "چھوٹی ذہنیت والے لوگ صرف چیزوں کو سوچتے ہیں۔"

وہ سوچتی چیزیں زندگی کے لیے ہوتی ہیں' مگر یہاں زندگی چیزوں کے لیے ہے اور اس کو سمجھ نہیں آتا کہ ساری زندگی جن چیزوں کو صرف ضرورت کے دائرے میں رکھتی رہی' آج وہ ان چیزوں پر خوش نما تفصیلی تبصرہ کیسے کرے۔

تیری راہ میں قدم قدم... کہیں عرش ہے' کہیں طور ہے

لڑکیوں سے اپنے لمبے چوڑے چکر سنانے کے بعد عدیل اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا: "تم نے کسی سے محبت کی تھی شادی سے پہلے؟"

اس نے معمول کے لہجے میں سر ہلاتے ہوئے کہا: "ہاں۔"

عدیل حیرانی کے عالم میں اس کو دیکھنے لگا' جیسے وہ اس جیسی لڑکی سے اس جواب کی توقع نہ کر رہا ہو۔

"کس سے؟" عدیل سنجیدگی سے بولا۔

"اللہ سے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"افوہ... میں یہ بات نہیں کر رہا' میرا مطلب ہے کسی لڑکے سے؟؟"

"دادی ایک اللہ والے کی بات بتاتی تھیں کہ دل کا کام ہے محبت کرنا' اگر اس کو حلال محبت نہیں دی' محبوبِ حقیقی کی سچی محبت نہیں دی تو پھر یہ حرام محبت کرے گا' وہ زندگی کوئی زندگی نہیں' وہ دل کوئی دل نہیں جس میں اللہ کی محبت نہ ہو۔" پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے "مجھے اپنے اللہ سے محبت ہے' مگر پتا نہیں کیسی محبت ہے جو مجھے گناہ سے نہیں روک رہی... میں کیا کروں' میرے اللہ میں کیا کروں..." چپکے چپکے اس کا دل خون کے آنسو بہانے لگا۔

"آخر تم عدیل کو سمجھنے کی کوشش کرو' وہ تمہارا شوہر ہے۔" سارہ اپنے سامنے بیٹھی اپنی دوست کو چپ چاپ دیکھتی رہی پھر خود کلامی کے انداز میں بولی۔

"تمہیں پتا ہے اس دنیا میں سب سے خطرناک لوگ کون ہوتے ہیں؟"

"کون؟؟"

"جن کے پاس نہ دنیا کا علم ہو اور نہ دین کا' پھر وہ اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے چیزوں کا سہارا لیتے ہیں' مگر پھر بھی ان کو سکون نہیں ملتا۔ پتا ہے پھر وہ کیا کرتے ہیں؟؟"

"کیا؟؟"

"پھر وہ لوگوں کو پرکھنے کے لیے اپنے خود ساختہ معیارات سیٹ کر لیتے ہیں۔ ان کی کامیابی کے پیمانے صرف ان کے طے کیے ہوئے ہوتے ہیں' ان کے خود بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ اس دنیا میں صرف ریس کے لیے آتے ہیں اور ان کی اس ریس میں اگر ان کے ساتھ چلنے والے حصہ نہ بھی لینا چاہیں' پھر بھی وہ ان کو ہرانا چاہتے ہیں۔ اپنی اَنا کی جیت کے لیے وہ ہر چیز قربان کر سکتے ہیں' یہاں تک کہ رشتوں تک کو بھی' کیوں کہ رشتوں کی ان کی نظر میں چیزوں سے زیادہ اہمیت نہیں ہوتی۔ کوئی بھی خامی نظر آئی تو چھوڑ دی' توڑ دی' پھینک دی... یہ برینڈڈ لوگ ٹوٹی ہوئی چیز کو جوڑنا نہیں جانتے اور نہ جاننا چاہتے ہیں۔" پھر وہ آہستہ سے بولی: "کاش! میں کوئی چیز ہوتی' جزا و سزا کے خوف سے بے نیاز... پھر میں خوشی سے وہ بن جاتی جو میرے بنانے والے ہاتھ مجھے بنانا چاہتے۔"

یہ خطا ہے میری خطا مگر... تیرا نام بھی تو غفور ہے

آج وہ بہت دنوں بعد اپنی امی کے گھر آئی تھی۔ امی تو اسے دیکھ کر' بل کہ لمبی چوڑی گاڑی' نئے زیورات اور بیش قیمت کپڑوں میں دیکھ کر نہال ہو جاتی تھیں۔ کبھی سوچتی نہیں... ان کی بیٹی جو معمولی کپڑوں میں بھی اتنی خوبصورت لگتی تھی' اب اتنے خوبصورت کپڑوں میں مُردہ کیوں لگ رہی ہے' مگر دادی اس کو دیکھتی تو ان کا دل ٹوٹ ٹوٹ جاتا' ان کو پتا تھا کہ وہ خوش نہیں ہے۔ دادی اس کے بالوں کو تیل لگاتے ہوئے آہستہ سے بولیں۔

"سارہ! تم تھوڑا اس سے بولنے کی کوشش کرو۔ بیٹا! ہمت نہ ہارو۔"

"ہاں ہاں! میں اس سے بولنے کی کوشش کروں؟ یہ کام تو وہ کر چکا پہلے ہی مجھے بدل کر..."

"تو بیٹا! میری تربیت اتنی کچی تھی؟" وہ دکھ سے بولیں۔

"اماں! آپ نے میری تربیت کی تھی' مگر یہ نہیں بتایا کہ ضد کیسے کی جاتی ہے' اپنی بات کیسے منوائی جاتی ہے۔ آپ تو ہر وقت یہی کہتیں تھیں ناں کہ عورتیں جہنم میں اس لیے جائیں گی کہ وہ اپنے شوہروں کی نافرمان ہوں گی' تو بس... میں کر تو رہی ہوں اپنے شوہر کی فرماں برداری۔" وہ بنا سانس لیے بولتی رہی۔

"نہیں... خالق کی نافرمانی کر کے بندوں کی ماننا جائز نہیں' تم غلط ہو سارہ۔" دادی نے سمجھایا۔

"پتا نہیں دادی! میں تو اپنے اللہ کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتی تھی۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "میں نے تب تک پردہ نہیں اتارا تھا' جب تک اس کے تھپڑ کھانے کی مجھ میں برداشت تھی۔ میں نے تب تک بال نہیں کٹوائے' جب تک اس نے خود پکڑ پکڑ کر نہیں کاٹے۔" وہ روتے ہوئے بتانے لگی۔

دادی تیل اور بال سب بھول کر غصے کے انداز میں اس کو دیکھتی رہ گئی۔

"تم پاگل تو نہیں ہو؟؟ کیوں تم نے اس کو اجازت دی ہاتھ اٹھانے کی؟؟ اپنے ماں باپ کو بتاتی۔"

"نہیں دادی! وہ بہت امیر اور با اثر لوگ ہیں۔ ابا کمزور آدمی ہیں اور میرا ایک ہی بھائی ہے' سب جیل میں ہوں گے یا زمین کے نیچے' اگر میں نے اس کو چھوڑنے کی کوشش بھی کی تو (جاری ہے---)

06

Jazaa Foods

28

ٹِنگ ٹونگ

قسط نمبر 1

شیخ عظیم ترک

ٹِنگ

ٹونگ...!!

بیل کی آواز پر میں تیزی سے گیٹ پر گیا۔ گیٹ پر میرا دوست ارسلان کھڑا تھا۔

"آؤ بھائی! اندر آؤ!" سلام دعا کے بعد میں اسے برابر والے دروازے سے اندر ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

"معذرت بھائی! شاید تم کہیں جا رہے تھے۔" وہ ہچکچاتا ہوا صوفے پر ٹِک گیا۔

"ارے نہیں! تمھیں کس نے کہا؟" میں نے اسے اچھنبے سے دیکھا۔

اس نے سَر سے لے کر پاؤں تک میرے صاف ستھرے حلیے اور خوشبوؤں میں بسے وجود کو دیکھا۔

"ارے نہیں دوست..." میں مسکرایا۔

"اچھا تو پھر کہیں سے آئے ہو گے؟" وہ ڈھیلا ہو کر بیٹھ گیا۔

"نہیں بھائی، کہیں سے بھی نہیں آیا اور نہ ہی کہیں جا رہا ہوں۔ میں روز گھر آ کر اسی طرح فریش ہوتا ہوں... خیر تم مجھے چھوڑو، اپنی سناؤ۔ کیسے آنا ہوا؟" میں ایک ہی سانس میں بولا۔

"فریش ہونا ایک الگ بات ہے، لیکن..." اس نے جیسے میری اگلی بات سنی ہی نہیں اور میرے کڑکڑاتے ہوئے کُرتے کو دیکھ کر بولا: "گھر میں اتنے اچھے کپڑے پہننے سے کپڑے خراب نہیں ہو جائیں گے؟"

"ہاں! کپڑے ضرور خراب ہوں گے، لیکن رشتے سنور جائیں گے میرے دوست۔" میں اب اس کی پریشانی بھانپ چکا تھا۔

"تم اتنا تیار کیوں ہوتے ہو گھر آ کر؟" وہ ابھی تک حیرت میں تھا۔

اصل میں ارسلان ان 85% مردوں میں سے تھا، جو اپنی بیویوں کو اہمیت نہیں دیتے۔ ان کو اپنی پاؤں کی جوتی سمجھتے ہیں۔ میری سوچ یہ ہے کہ اگر تم اپنی بیوی کو پاؤں کی جوتی کہتے ہو تو کبھی جوتی کے بنا مسجد جاؤ، کبھی جوتی کے بنا آفس جاؤ، کبھی جوتی کے بنا شاپنگ پر جاؤ، لوگ پاگل کہہ کر پتھر ماریں گے، مگر کیا کہہ سکتے ہیں لوگوں کی سوچ کا۔

"ہاں! میں اتنا تیار کیوں ہوتا ہوں گھر آ کر؟ تو پیارے بھائی اس کے جواب تو بہت سارے ہیں۔ سب سے پہلی وجہ تو یہ ہے کہ میں جب گھر آتا ہوں تو صاف ستھرے گھر اور صاف ستھری خوشبوئیں لٹاتی بیوی کے آگے میں سُوٹ نہیں کرتا۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ میری بیوی میرے لیے اتنا تیار ہوتی ہے اور میں اس کے سامنے کالا پیلا ہو کر جاؤں۔ اُس کا بھی تو حق ہے کہ اس کا شوہر بَنا سنورا اس کے سامنے رہے۔ میں آفس سے زیادہ گھر میں تیار ہوتا ہوں۔"

ارسلان کو لگ رہا تھا جیسے ارباز اسے تاک تاک کر پتھر مار رہا ہے۔

"بھائی! یہ بھی تو دیکھو کہ ہم کتنا کام کرتے ہیں، یہاں تک کہ تھک کر چکنا چور ہو جاتے ہیں۔" وہ مَریل آواز میں بولا۔

"بس بھائی! ہمارا یہی تو اَلمیہ ہے کہ مرد حضرات کام پر سے آ کر خود کو تھکا ہوا کہتے ہیں اور بیویاں انھیں فریش چاہیے... میرے بھائی! وہ بھی سارا سارا دن بچوں کے ساتھ مغز کھپاتی ہیں، کھانا پکانا، گھر کی صفائی ستھرائی، پورا دن اپنے کاموں میں لگی رہتی ہیں، یہاں تک کہ ہمارا گھر سجانے سنوارنے میں خود کو تھکا دیتی ہیں، پھر فریش ہو کر ہمارا انتظار کرتی ہیں تو کیا اس کا اتنا بھی حق نہیں ہے کہ اسے صاف ستھرا شوہر ملے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم مردوں کو مشقت برداشت کرنے والا جسم دیا ہے۔ ہم اپنے کام کے آخر میں تھک جاتے ہیں تو عورت تو 'صنفِ نازک' ہے، وہ بھی اپنے حساب سے کام کر کے تھک جاتی ہے۔"

"اچھا جی! اب بھابھی سے اچھی سی چائے تو پلواؤ۔" وہ اپنی کنپٹیاں دباتے ہوئے بولا۔

"تم دس منٹ انتظار کرو... میں آتا ہوں، بل کہ انتظار اگر فارغ بیٹھ کر کرو گے تو بور ہو جاؤ گے۔ یہ لو! یہ فہمِ دین رسالہ پڑھو۔ انشاء اللہ! وقت گزرنے کا پتا بھی نہیں چلے گا۔" میں فہمِ دین اسے پکڑا کر کچن میں چلا آیا۔ وہاں میری پیاری شریکِ حیات بچوں کے لیے گلاس میں دودھ ڈال رہی تھی۔

"چلے گئے کیا آپ کے دوست؟"

(جاری ہے۔)

”عائشہ آپی... آپ اپنے کپڑے کس شاپ سے خریدتی ہیں؟ آپ کے کپڑے کے پرنٹ بھی یونیک ہوتے ہیں اور ایمبرائیڈری بھی اور ڈیزائننگ بھی۔“ نمل نے عائشہ کے جیسے پہنے ہوئے کپڑے شاپس میں یاڈمی پر لگے ہوئے نہیں دیکھے تھے۔

”میں ریڈی میڈ کپڑے نہیں خریدتی بلکہ اسٹیچنگ کرواتی ہوں۔ دکانوں پر تو ایسے کپڑے ملنا ناممکن ہی ہوتے ہیں کیوں کہ دوکان دار وہی مال سامنے لگاتے ہیں جو میڈیا پر اِن ہوتا ہو اور انڈین ہیروئن نے پہنا ہو۔ یہ اغیار کی سازش ہے کہ ہم مسلمان ان کی تقلید کریں۔ اب تو ہمارے معاشرے میں چھوٹی بچیوں کو آستینوں کے بنا کپڑے پہنانے میں کوئی عار نہیں سمجھی جاتی۔ آدھی فراک اور آدھے اسٹیپس۔“ عائشہ نے تفصیل سے بتایا۔

نمل کو عائشہ کی یہ باتیں سن کر شدید شرمندگی ہوئی مگر عائشہ تو چھوٹی بچیوں کی بات کررہی تھی۔ وہ خود کچھ دن پہلے تک سلیولیس کپڑوں میں گھومتی تھی مگر اسے کبھی کسی نے نہیں ٹوکا تھا، مگر آج اسے اپنا آپ بہت حقیر لگ رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے پاپا پر بہت غصہ بھی آرہا تھا کہ انھوں نے صرف پیسے ہی کو اپنا دین اور ایمان بنالیا تھا اور اپنی اولاد کی طرف کوئی توجہ نہیں دی کہ وہ کس طرف جارہی ہے۔

”آپی...! اگر میں آج سے پوری آستینوں کے کپڑے پہنوں اور اپنا سر بھی ڈھکوں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے کپڑوں کی فٹنگ بھی لوز کردوں تو بھی اس سے پہلے جو اس طرح کے کپڑے میں نے پہنے ہیں، اس کا گناہ تو مجھے ملے گا ناں؟“ احساس ندامت سے نمل کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

”میری پیاری بہنا...! اللہ تعالیٰ انسان کی نیت کو دیکھتے ہیں۔ اگر آپ نے سچی نیت اور ارادہ کرلیا ہے تو اپنے کیے ہوئے پچھلے تمام اعمال کی معافی مانگو۔ سچی توبہ کرنے سے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔“ عائشہ نے نمل کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

نمل کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔

”آپی... کچھ دنوں سے مجھے اپنے گھر کے مالی، ڈرائیور، شاپ کیپرز غرض مجھے دیکھنے والے ہر مرد کی نظریں اپنے اوپر محسوس ہونے لگی ہیں۔ میری اسکول کے کلاس فیلوز... اف آپی... میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ میں کتنی گناہ گار ہوں کیوں کہ میں کبھی کبھی ان کے ساتھ ہاتھا پائی تک کرتی ہوں اور اپنی کلاس کے بوائز کے ساتھ کھیلتی بھی ہوں۔ آپی... میں بہت ہی زیادہ گناہ گار ہوں۔“ نمل یہ کہتے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر رونے لگی اور لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے منہ سے نکل رہے تھے۔

عائشہ نے اسے کچھ دیر رونے دیا کہ اس کا دل ہلکا ہوجائے پھر ٹشو پیپر اسے دیتے ہوئے بولی: ”جب انسان کو گناہ کا احساس ہوجائے تو اسے چاہیے کہ وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے کیوں کہ سچے دل سے کی گئی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں اور معافی کو پسند فرماتے ہیں۔“

”لیکن آپی... میں تو بہت گناہ گار ہوں، مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں فرمائیں گے۔“ نمل روہانسی ہوگئی۔

”ایسے نہیں کہتے نمل... تمہیں پتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ انسان اتنے گناہ کرلے کہ زمین اور آسمان کے خلا کو بھردے اور صرف ایک بار کہہ دے کہ اے اللہ! مجھے معاف کردے اور آئندہ گناہوں سے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں مگر شرط صرف اتنی ہے کہ توبہ سچی ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا ارادہ ہو۔“ عائشہ نے اسے تفصیلاً آگاہ کیا۔

”آپی... کیا آپ کے پاس کوئی اور عبایا بھی ہے جسے میں پہن کر گھر چلی جاؤں۔ کل میں آپ کو آپ کا عبایا واپس کردوں گی۔“ نمل جھجھکتے ہوئے بولی۔

”تمہیں معلوم ہے نمل کہ تم نے جو بات کی ہے، اس کی نسبت صحابیات رضی اللہ عنھن سے ملتی ہے؟ وہ اس طرح کہ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا بازار میں تھیں کہ اچانک پردے کا حکم نازل ہوگیا۔ وہ جہاں کھڑی تھیں، وہیں کسی چیز کی اوٹ میں ہوئیں اور اپنے گھر سے چادر منگوا کر پردہ کیا اور پھر اپنے گھر واپس گئیں کہ ایمان والے وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جن کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچتا ہے تو وہ فوراً اس پر عمل کرتے ہیں۔“

”مبارک ہو مسز عبدالرزاق کہ ایسے رشتے نصیب والوں کو ہی ملتے ہیں۔“ آمنہ بیگم آج پھر مسز عبدالرزاق کے سامنے تھیں۔

مسز صدیقی نے آمنہ بیگم سے ساری تفصیل سن کر نبیل کے سامنے عائشہ کا ایسا نقشہ کھینچا کہ وہ بینک کی نوکری چھوڑ کر اپنا بزنس کرنے پر راضی ہوگیا۔ اس لیے آج مسز صدیقی، مسز فصیح کے گھر گئیں اور انھیں ساری تفصیل سے آگاہ کیا۔

”مسز فصیح! یہ تو آپ نے بہت اچھی بات بتائی اور مجھے بہت خوشی ہوئی یہ سن کر مگر کیا وہ اپنا بزنس کرنے کے لیے پیسہ کہیں اور سے لائیں گے یا اسی بینک کی کمائی سے اسٹارٹ کریں گے؟“ مسز عبدالرزاق نے پوچھا۔

”اوہ...! کام تو وہ اسی پیسے سے ہی شروع کریں گے کیوں کہ ان کا تو سلسلہ ہی بینک سے جڑا ہے...“ مسز فصیح حقیقتاً پریشان ہوگئیں۔

”اب آپ دیکھیں ناں کہ ناک یوں پکڑیں یا یوں... اس سے کوئی فرق تو نہ ہوا ناں؟ حدیث میں آتا ہے کہ ایک بار سود کا کمانا 70 مرتبہ ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔ جس گھر کی بنیاد ہی اتنی خوفناک ہو، میں وہاں اپنی بچی کیسے بھیج دوں؟“ مسز عبدالرزاق انہیں سمجھاتے سمجھاتے تھک سی گئیں۔

یہ سن کر آمنہ بیگم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور انھوں نے اپنے لب بھینچ لیے۔

اپنے گھر میں ایک پردہ دار عورت داخل ہوتی دیکھ کر ارسلان کا ہاتھ بے اختیار اپنے ماتھے تک گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ اس کی بہن نمل ہی ہے۔ وہ اپنے دوست کے ساتھ گھر کے گیٹ پر کھڑا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر نمل کو دل میں ہنسی بھی آئی اور اپنے پردے پر فخر بھی ہوا۔ ارسلان کے ساتھ کھڑا دوست وہی تھا کہ جس کی نمل کو دیکھتے ہی باچھیں کھل جاتی تھیں مگر آج نمل کو پردے میں دیکھ کر اس نے اپنی نظریں جھکالیں اور ایک کونے میں کھڑا ہوگیا۔ نمل لاؤنج کا گیٹ کھول کر اندر داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ اس کے پاپا فصیح صاحب ٹی وی دیکھ رہے ہیں اور اسے اس حالت میں دیکھتے ہی اچانک ہڑبڑا کر صوفے سے کھڑے ہوئے اور اسی چکر میں ٹی وی کا ریموٹ ان کے ہاتھ سے گر پڑا۔ انھوں نے ٹی وی کو جلدی سے بند کیا اور اندر کمرے کی طرف دوڑ لگائی۔

نمل کو یہ سب دیکھ کر اپنے دل میں ہنسی بھی آرہی تھی اور اس کے ساتھ یہ احساس بھی ہورہا تھا کہ پردے میں واقعی بہت عزت ہے۔ اس نے لاؤنج میں کھڑے کھڑے ہی زور سے آواز لگائی: ”ماما...!“ اس کی آواز سنتے ہی آمنہ بیگم کچن سے اپنے ہاتھ پونچھتے ہوئے آئیں اور آتے ہی اسے اپنے گلے سے لگالیا۔

”آپی یہ دیکھیں...!“ دوسرے دن نمل اپنے لیے بہت ہی خوبصورت تراش خراش والا عبایا لے آئی۔ ”اچھا ہے ناں...؟“ وہ اپنا حجاب اتارتے ہوئے بولی۔

”جی میری گڑیا... بہت ہی خوبصورت اور بہت ہی پیارا ہے۔ اس کے اسٹونز بھی بہت دیدہ زیب ہیں۔“ عائشہ نے دل کھول کر اس کی تعریف کی۔

”آپی... یہ پوری مارکیٹ کی سب سے اچھی شاپ اور سب سے نیو ڈیزائن ہے۔“ نمل خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی۔

”کتنے کا ہے؟“ عائشہ نے اس کی قیمت پوچھی۔

”پورے 16 ہزار کا ہے۔“ نمل نے جواب دیا۔

”ہم، م، م... بہت ہی یونیک ہے، لیکن نمل!“ عائشہ کچھ کہتے ہوئے ہچکچائی۔

”جی آپی...؟“

”یہ تو بہت ہی خوبصورت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دیدہ زیب بھی۔“ عائشہ کی اس بات پر نمل نے انھیں حیرت سے دیکھا۔

”اچھا نمل، مجھے ایک بات تو بتاؤ کہ تم نے پردہ کس لیے کیا ہے؟“ اب عائشہ نے اسے اپنی بات سمجھانے کے لیے اس سے سوال کیا۔

”آں... اس لیے کہ مجھے کوئی غیر مرد نہ دیکھے۔“ نمل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہم، م، م... لیکن یہ تو اتنا پیارا ہے کہ ہر مرد کی نگاہ اس پر خود بخود اٹھے گی اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ جرسی ہے جو کہ جسم پر چپک جاتی ہے، جرسی کا عبایا کتنا ہی لوز کیوں نہ ہو، ہوا کے ساتھ چپک جاتا ہے جس سے جسم اور زیادہ واضح ہوجاتا ہے اور یہ غیروں کی سازش ہے اور تمہارا عبایا ہے بھی فٹنگ والا۔ میری چندا! پردے کا تو مقصد یہ ہے کہ کسی بھی غیر مرد کی نگاہ ہم پر نہ پڑے اور عبایا اتنا لوز ہو کہ جسم کی ہیئت واضح نہ ہو کہ پردے کے اندر موٹی عورت ہے یا پتلی لڑکی۔ اس کے علاوہ اگر عبایا جتنا اسٹائلش اور تراش خراش والا ہوگا اتنی ہی نظریں اس پر زیادہ اٹھیں گی اور اس طرح پردے کا جو اصل مقصد ہے، وہ فوت ہوجائے گا۔ اصل پردہ تو یہ ہے کہ عبایا بالکل سادہ ہو، ورنہ عبایا اور کپڑوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔“ عائشہ نے اسے تفصیلاً بتایا۔

”جی آپی! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔“ نمل نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اچھا چلو! اب کتابیں کھول لیتے ہیں، ویسے بھی کافی وقت باتوں میں نکل گیا ہے اور پھر ابھی تھوڑی دیر بعد عصر کی اذان بھی ہونے والی ہے۔“ عائشہ کے کہنے پر نمل نے اپنی کتابیں کھول دیں، لیکن اس کا ذہن عبایا ہی میں اٹکا ہوا تھا کہ کل جاکر بالکل سادہ عبایا لانا ہے۔

”ایسی نیک اولاد تو نصیب والوں کو ہی ملتی ہے۔ میں عائشہ کو جتنی بھی دعائیں دوں، اتنی ہی کم ہے۔ اس نے میری نمل کی انگلی جو پکڑلی ہے۔ اب بس! یہ معیز اور ارسلان کسی طرح قابو میں نہیں آرہے اور رہے فصیح صاحب! تو ان کا کہنا ہی کیا۔“ آج مارکیٹ میں آمنہ بیگم کو مسز عبدالرزاق مل گئیں تو وہ ان سے کہے بنا نہ رہ سکیں۔

”بس اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت سے نوازیں۔ کافی دن ہوگئے! آپ نے کوئی چکر وغیرہ ہی نہیں لگایا۔“ مسز عبدالرزاق نے کہا۔

”میں تو پھر بھی آپ کے پاس آتی ہی رہتی ہوں۔ اب آپ آیئے گا۔“ آمنہ بیگم نے ساتھ ہی انھیں کھانے کی دعوت بھی دے ڈالی اور مسز عبدالرزاق نے اپنے شوہر سے اجازت لینے کا کہہ دیا۔

مسز عبدالرزاق اور ان کی بیٹی عائشہ جب آمنہ بیگم کے گھر کے اندر داخل ہوئیں تو کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبوؤں نے ان کا خیر مقدم کیا۔ مسز عبدالرزاق بھی اپنے ساتھ کھانا پکا کر لے آئیں تھیں۔

”آپ کے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے آنٹی۔“ کھانا کھانے کے بعد عائشہ نے خوش دلی سے کہا۔ عائشہ کی یہ بات سن کر آمنہ بیگم کو لگا کہ ان کی محنت وصول ہوگئی ہے۔ باتوں باتوں میں ارسلان کا ذکر چل نکلا تو آمنہ بیگم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

”آپ پریشان نہ ہوں مسز فصیح! کل میرے بیٹے معاذ نے آپ کے بیٹے ارسلان کو تین دن کی جماعت کے لیے تیار کیا ہے۔ مسجد سے اسٹوڈنٹس کی جماعتیں جارہی ہیں۔ آپ چاہیں تو معیز کو بھی بھیج سکتی ہیں۔“ مسز عبدالرزاق نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

تین دن جماعت میں لگا کر معیز اور ارسلان میں کافی بدلاؤ آگیا تھا۔ فصیح صاحب پختہ عمر کے تھے۔ وہ خود کو بدل تو نہ سکے مگر اتنا ہوگیا تھا کہ اب دین کی کسی بات میں ٹوکتے بھی نہ تھے۔ آمنہ بیگم، مسز عبدالرزاق کو دعائیں دیتی تھیں کہ ان کی وجہ سے ان کے گھر میں جو ایک ان دیکھا زہر پھیل رہا تھا، اس کی نکاسی کا راستہ مل گیا تھا اور دین کے پرنور اثرات ان کے گھر میں نظر آنے لگے تھے۔

کسی نے صحیح کہا ہے کہ نیک پڑوسی خدا کی نعمت ہوتے ہیں۔ ان کے نیک عمل نے ان کے دل ودماغ کی گرہیں کھول دیں تھیں۔

"حامد بیٹا! آپ کے کتنے پارے حفظ ہو گئے ہیں؟"

"نانا ابو! میں آٹھواں پارہ حفظ کر رہا ہوں۔"

دراصل حامد اپنی فیملی کے ساتھ عید کے دوسرے دن اپنے گاؤں آیا تھا' جہاں ان کے نانا ابو نے ان کی دعوت کی تھی۔ نانا ابو پڑھے لکھے اور دین دار بھی تھے اور بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور بچے بھی نانا ابو سے بہت مانوس تھے' اس لیے وہ بچوں سے پڑھائی وغیرہ کے متعلق پوچھتے بھی تھے اور رہنمائی بھی کرتے تھے۔

آج بھی رات کے کھانے سے فارغ ہو کر نانا ابو نے حامد' اسد اور جویریہ کو اپنے کمرے میں بلایا۔ حامد چوں کہ بڑا تھا' اس نے ناظرہ قرآن مجید مکمل کرنے کے بعد حفظ شروع کر دیا تھا۔ اسد اور جویریہ چھوٹے تھے 5 سال اور 3 سال کے۔

"حامد بیٹا! آپ نے حفظ کس کے لیے شروع کیا ہے؟"

حامد اس سوال پر چونک گیا پھر جواب دیا۔

"نانا ابو! میں حافظ بننا چاہتا تھا تو میں نے حفظ کرنا شروع کر دیا۔"

"اچھا..." نانا ابو نے کہا۔ "بیٹا! ہر عمل اور ہر کام شروع کرتے وقت نیت دیکھ لینی چاہیے' کہ ہم ہر کام کس لیے کر رہے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ہو گا تو اللہ اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔"

پھر تھوڑے وقفے کے بعد نانا ابو کہنے لگے "بیٹا! ایک بات بتاؤں؟"

حامد جو کہ ہمہ تن گوش ہو کر سن رہا تھا' جلدی جلدی بولا: "جی نانا ابو! سنائیں۔"

نانا ابو نے کہا: "ایک بادشاہ تھا۔ اس نے مدرسہ بنوایا' اس میں بہت طالب علم پڑھتے تھے۔ ایک دن بادشاہ کو کسی نے بتایا' کہ آپ نے جو مدرسہ بنوایا ہے اس میں سب دنیا کی غرض سے پڑھ رہے ہیں' کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں پڑھ رہا' تو بادشاہ کو بہت حیرانی ہوئی اور پھر ایک دن اس نے شاہی لباس اتار کر عام لباس پہنا اور مدرسے جا پہنچا۔

ایک طالب علم سے پوچھا: "بیٹا! آپ کیا کر رہے ہیں؟"

اس نے بتایا: "میں حافظ بن رہا ہوں۔"

پوچھا: "کیوں ؟" طالب علم نے کہا: "ہمارے گاؤں میں کوئی حافظ نہیں ہے۔ میں تراویح پڑھاؤں گا اور لوگ مجھے حافظ جی! حافظ جی! کہہ کر پکاریں گے۔ بہت عزت ملے گی' واہ واہ ہو گی۔"

بادشاہ مایوس ہو کر دوسرے طالب علم کے پاس گیا اور پوچھا: "بیٹا! آپ کیا کر رہے ہیں؟" اس نے کہا: "میں عالم بن رہا ہوں۔"

پوچھا: "کیوں ؟" طالب علم نے کہا: "ہمارے گاؤں میں کوئی عالم نہیں ہے' میں پڑھ لکھ کر بیان کروں گا' لوگ واہ واہ کریں گے' انعام دیں گے۔ عالم جی! مولوی جی! کہہ کر پکاریں گے۔" غرض ہر ایک نے دُنیا کی غرض بتلائی۔

بادشاہ بہت مایوس ہوا اور پختہ ارادہ کر لیا کہ واپس جا کر مدرسہ بند کروا دوں گا۔ بس لوٹ ہی رہا تھا کہ ایک طالب علم دروازے کے قریب بیٹھا کتاب پڑھ رہا تھا۔ بادشاہ نے سوچا کہ اس سے بھی پوچھ لوں کہ یہ کیوں پڑھ رہا ہے۔ بادشاہ نے سلام کیا۔ اس نے جواب دیا اور پھر پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔

پوچھا: "بیٹا! آپ کیوں علم حاصل کر رہے ہو؟"

طالب علم نے جواب دیا: "جب سے میں نے ہوش سنبھالا۔ دیکھتا ہوں کہ یہ کون ہے جو کھارے پانی کو اوپر لے جاتا ہے' پھر میٹھا کر کے برساتا ہے؟ اور سوچا کہ آم کے اندر رس کون بھرتا ہے؟ زمین کے اندر بیج کو کون پھاڑتا ہے؟ میں نے سوچا علم حاصل کروں' رب کو پہچانوں اور لوگوں کو ایسے پیارے رب کی پہچان کرواؤں۔" (بقیہ ص 18 پر)

07

Zuyufur Rehman

32

شرارت کی سزا

اسامہ مظہر، 13 سال، کلاس ہشتم، کراچی

وہ اتوار کا دِن تھا۔ جنید اور حشام اسامہ کو بلانے آئے۔ تینوں اکٹھے قریبی گراؤنڈ میں کھیلنے چلے گئے۔ کرکٹ شروع ہوئی۔ حشام پہلی ہی بال پر آؤٹ ہو کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ پاس ہی چبوترے پر ایک بلی اپنے بچوں کے ساتھ سو رہی تھی۔ حشام نے بلی کا ایک بچہ اٹھایا اور نیچے پھینک دیا۔ دوسرے بچے میاؤں میاؤں کرنے لگے تو بلی کی آنکھ کھل گئی۔ بلی بچے کی طرف دوڑی۔ حشام نے اس کی دُم پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ وہ بھاگنے کی کوشش کرنے لگی، بھاگ نہ سکی تو غرّانے لگی۔ یک دَم ہی وہ حشام کی طرف پنجے اُٹھا کر مُڑی۔ جس سے حشام ڈر کے مارے پیچھے ہوا اور بلی اس پر چڑھ آئی۔ حشام نیچے گر چکا تھا اور بلی نے اسے پنجے مار کر لہولہان کر دیا تھا۔

سب دوست اُس کے ارد گرد جمع ہو گئے، کسی کو بچانے کی ہمت نہ تھی۔ آخر اُسامہ اُس کے پاس آیا اور بلی کو بھگا کر حشام کو کھڑا کیا اور اسے سمجھاتے ہوئے گھر تک چھوڑنے آیا کہ کسی بھی جان دار کو تکلیف نہیں دینی چاہیے اور بتایا کہ ایک عبادت گزار عورت کو اسی لیے عذاب ہوا کہ وہ اپنی پالتو بلی کو کھانا نہیں دیتی تھی، لہٰذا کسی بھی انسان یا جانور کو تکلیف دینا سخت گناہ ہے اور ہمیں اسے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

نماز

محمد حذیفہ، 7 سال، کلاس اول، کراچی

جمعہ کا دِن تھا۔ عبدالواسع، حذیفہ اور سفیان تینوں بھائی اپنے بابا جان کے ساتھ نماز پڑھنے گئے ہوئے تھے۔ خطبہ میں امام صاحب نماز کی اہمیت کے بارے میں بتا رہے تھے کہ نماز دین کا ستون ہے۔ قیامت کے روز سب سے پہلا سوال نماز کے بارے میں کیا جائے گا۔ نماز پڑھنے سے اللہ کی مدد ہمیشہ ہمارے ساتھ ہوتی ہے اور ہر جگہ کام یابی ملتی ہے۔

عبدالواسع ایک بہت اچھا بچہ تھا۔ اس کی اچھی عادتوں کی وجہ سے سب اسے پیار کرتے تھے، مگر ایک مسئلہ تھا کہ وہ پابندی سے نماز نہیں پڑھ پاتا تھا۔ ظہر میں اسکول سے تھکا ہوا آتا، عصر میں ٹیوشن میں ہوتا، مغرب کی نماز مدرسے میں پڑھ لیتا تھا اور عشا کے وقت وہ سو جاتا تھا۔

امام صاحب اب نماز نہ پڑھنے سے اللہ کی ناراضی کا بتلا رہے تھے۔ عبدالواسع بہت غور سے سن رہا تھا اور اُس نے پکّا ارادہ کیا کہ وہ نماز چھوڑ کر اللہ کو کبھی ناراض نہیں کرے گا۔ جب ہم نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو بابا جان نے تینوں کو اُن کی پسند کی آئس کریم دِلائی اور تینوں بھائی خوشی خوشی گھر واپس آئے۔ گھر میں ماما نے مزے دار بریانی بنائی ہوئی تھی۔ حذیفہ بولا: واہ جی واہ! آج تو پارٹی ہو گئی۔

پیارے دوستو! آپ بھی عبدالواسع کے ساتھ یہ عہد کرو کہ اب آپ کبھی نماز نہیں چھوڑو گے۔ پکا وعدہ ہے نا!!!

بچوں کے فن پارے

بہترین دوست

پیارے بچو! کیا آپ اپنے والدین کے دوست ہیں' کیوں کہ اچھے بچے اپنے والدین کے دوست ہوتے ہیں۔ اسکول' مدرسے یا گلی محلے کا کوئی بھی دوست کوئی اچھی یا بری جو بات بھی آپ سے کہے' فوراً اپنے ماں باپ سے کہیں۔ اس طرح پیارے پیارے بچے بہت سی برائیوں سے بچ جاتے ہیں۔ ہمارے والدین ہمیں سیدھی راہ دِکھاتے ہیں اور غلط اور صحیح کے بارے میں بھی بتاتے ہیں۔

تو پیارے بچو!

کریں گے نا ہر بات اپنے والدین سے شیئر

اچھے بچے

بچے وہی ہیں اچھے
بتاتے ہیں ہر بات جو ماں کو
چھپاتے نہیں ہیں کچھ بھی
ہر بات میں جو سچے
ہوتے ہیں دھن کے پکّے
ماں باپ ہیں سکھاتے
راہ سیدھی وہ سُجھاتے
سمجھاتے بات جو بھی
دِل سے سمجھتے وہ بھی
بچے وہی ہیں اچھے
بتاتے ہیں جو ہر بات ماں کو

ننھے ادیب

پیارے بچو! ماہنامہ فہمِ دین کو تو شروع ہی سے آپ سب بچوں سے محبت ہے' اور اب آپ کی بھی فہمِ دین میں بڑھتی ہوئی دل چسپی کو دیکھتے ہوئے ادارے نے ننھے منے پیارے بچوں کے لیے ایک اور سلسلے کا اضافہ کیا ہے۔۔۔۔

ہم م م ۔۔۔ سوچیں وہ کیا سلسلہ ہو سکتا ہے ۔۔۔ ؟

جی! اب آپ بھی کہانیاں لکھ کر اپنے پسندیدہ فہمِ دین رسالے میں بھیج سکتے ہیں' کوئی کہانی یا واقعہ جو آپ کو اچھا لگتا ہو اور پتا ہے کہ صرف آدھے صفحے کی کہانی ہو' بڑی کہانی لگانا ہمارے لیے مشکل ہو گا اور پھر دوسرے بچوں کو بھی تو اپنی باری کا انتظار ہو گا۔

تو ننھے ادیب تیار ہیں نا۔۔۔۔

ماہنامہ فہمِ دین نومبر کے نئے سوالات

سوال نمبر 1: ابو بکر بن علی بغدادی کس گاؤں کے خطیب تھے؟

سوال نمبر 2: کس حالت میں دماغ کی شریانوں تک خون پہنچ جاتا ہے؟

سوال نمبر 3: ساری دنیا کے شہروں سے افضل شہر کونسا ہے؟

سوال نمبر 4: عبداللہ کی فجر کیوں رہ گئی تھی؟

سوال نمبر 5: انصر نے عمر کے بکرے کے ساتھ کیا کیا؟

سوال نمبر 6: ژیان پور کے پتھر کے لوگوں میں کس طرح جان پڑی؟

ستمبر کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1...زینب بنتِ ابراہیم' کلاس ششم' 11 سال' کراچی

2...سائرہ حمان' کلاس سوم' 8 سال' کراچی

3...محمد زبیر' کلاس چہارم' 8 سال' کراچی

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہمِ دین مبارک ہو۔

ستمبر کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1: امام ابوداؤدؒ

سوال نمبر 2: والدین سے وفاداری کا سبق دیا۔

سوال نمبر 3: یہ دعا کی کہ ان کی نیتیں درست ہو جائیں' ان کے ضمیر جاگ جائیں اور یہ اپنے بچوں کی ایسی تربیت کریں کہ وہ کسی بھی انسان اور جانور کو تنگ نہ کریں۔

سوال نمبر 4: چاکلیٹ

سوال نمبر 5: مردہ خلیات (deadcells)

سوال نمبر 6: یہ فرمائش کی تھی کہ مجھے چت لٹا دیں اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیں اور میر اُکرتا والدہ کو دِکھا دیجیے گا۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام' عمر' کلاس' ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا' ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہو گا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں' یا پھر وَٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

08

Pervaiz Omar

36

شہد کا چھتا

ڈاکٹر الماس روحی

اس روز ہوائیں شائیں شائیں چل رہی تھیں۔

شوکت ‘شبیر ‘ شکیلہ اور شازیہ ایک شان دار گھر سے باہر نکلے۔ یہ گھران کے دادا کا تھا۔ ان کے دادا شطرنج کے بہت شوقین تھے۔ وہ اس کھیل میں خاص مہارت اور شہرت رکھتے تھے۔ شوکت اور شازیہ کو اپنی دادی بہت اچھی لگتی تھیں جو ہر شب شال لپیٹے اور عینک لگا کر اپنی کرسی پر بیٹھی انہیں دلچسپ کہانیاں سناتیں تھیں۔ شبیر اور شکیلہ کو شہزادے کا غرور‘ شہزادی کی شادی‘ شہنشاہ کی شان‘ شیر کا فیصلہ‘ شاہین کی اڑان اور شطر مرغ کا جھگڑا جیسی کہانیاں بہت پسند آئیں تھیں۔ آج صبح سے موسم بہت اچھا تھا۔ وہ چاروں باغ کی سیر کو آئے۔ یہاں تر و تازہ شگوفے کھلے ہوئے تھے۔ یہ ایک بہت بڑا باغ تھا جہاں شکاری شکار کے لیے آتے تھے۔ شہتوت اور شریفے کے بہت سارے پیڑ لگے تھے۔ آڑو کے پیڑ کی ایک شاخ پر کوئل کوک رہی تھی۔ شوکت جیسے ہی شہتوت کے درخت پر چڑھا تو اس نے ایک شاخ پر کچھ لٹکا ہوا دیکھا۔ اس نے غور کیا۔ یہ ایک بڑا سا کالا سوراخ دار موٹا سا گتّا لٹکا ہوا تھا۔ اسے شک سا ہوا۔ یہ کہیں شہد کی مکھیوں کا چھتا تو نہیں۔ چھتے میں سے ایک مکھی نکلی اور جا کر اپنے ننھے منے پَر جوڑ کر گلاب کے پھول پر بیٹھ گئی۔ اتنے میں بِھن بِھن کرتی ہوئی شہد کی دوسری مکھی آئی اور چھتے میں گھس گئی۔ شاید وہ شہد لائی تھی۔ شوکت جلدی جلدی نیچے اترا اور اس نے شکر ادا کیا کہ اس نے غلطی سے انہیں چھیڑا نہیں ورنہ اس کی شامت آجاتی۔ ایک روز شطرنج کھیلتے ہوئے شہد کی مکھی کے بارے میں دادا جی نے اسے بتایا تھا کہ شہد کی مکھی بہت زور سے کاٹتی ہے۔ جس جگہ کاٹتی ہے‘ وہاں جلن ہونے لگتی ہے۔ دیکھتے دیکھتے وہ جگہ سوج کر سرخ ہو جاتی ہے۔ شہد کی مکھیاں بہت ہوشیار ہوتی ہیں۔ وہ گھنے اور سایہ دار درختوں پر اپنا چھتا بناتی ہیں۔ اس چھتے میں ایک رانی مکھی ہوتی ہے جس کا حکم چلتا ہے اور جو صرف انڈے دیتی ہے۔ انھی انڈوں سے یہ مکھیاں نکلتی ہیں جو سارا سارا دن پھولوں کا رس چوس کر اپنے کمروں میں بھر لیتی ہیں۔ اصل میں یہ ان کا کھانا ہوتا ہے جو بڑی محنت سے تیار کرتی ہیں۔ اگر کوئی ان کے چھتے کو ہاتھ لگاتا ہے تو یہ سب غصے میں اس پر حملہ کر دیتی ہیں۔ شہد کی مکھیاں شہر کے درختوں پر کم چھتا بناتی ہیں۔ یہ گاؤں‘ جنگل یا باغات میں زیادہ بناتی ہیں۔“

اس دن سے شوکت کو شہد کی مکھیوں سے بہت ڈر لگتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ شکیلہ اور شازیہ شوق سے شریفے کھا رہی تھیں اور شبیر شہتوت کے درخت کے قریب آم کے پیڑ پر چڑھا آم توڑ رہا تھا۔ تب شوکت نے اسے بتایا:

”شہتوت کے درخت پر آم مت پھینکنا‘ یہاں شہد کی مکھیوں کا چھتا ہے۔“ شبیر ایک شرارتی لڑکا تھا۔ اس نے درخت سے اترتے ہوئے شرارت سے چھتے کو نشانہ بنایا اور آم دے مارا۔ شہد کی مکھیاں فوراً باہر نکل آئیں۔ شوکت‘ شکیلہ‘ شازیہ اور شبیر باغ سے آگے پیچھے بھاگے۔ وہ جب گھر پہنچے تو شام ہو رہی تھی۔ دادی جان باورچی خانے میں نظر آئیں۔ انھوں نے سب کو شربت پلایا۔ گرمی میں انھیں شربت بہت اچھا لگا۔ سب بچے بہت شاد ہوئے۔ رات بچوں نے شبیر کی شرارت دادا جی کو بتائی تو شبیر کو شرم آنے لگی۔ دادا جی نے اسے بتایا کہ شہد میں ہر بیماری کی شفا ہے۔ شہد کا ذکر (بقیہ ص40 پر)

”ارے انصر بھائی! یہ مرغا کہاں سے اٹھا لائے؟“ عفرا نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”اٹھا کر نہیں لایا‘ پورے ایک ماہ کی جمع پونجی سے مابدولت نے اس سفید مرغ کو خریدا ہے۔“ انصر نے جواب دیا۔

”کیا اب یہ مرغا ہمارے گھر میں رہے گا؟“ فروا آنکھیں پھیلا کر بولی۔

”ہاں بہنا! اب یہ ہمارے گھر میں رہے گا۔ صبح صبح ہمارا گھر‘ بل کہ پورا محلّہ گونجا کرے گا اور غلط چیزوں سے بھی ہم اس مرغ کی بدولت محفوظ رہیں گے۔“ انصر نے تفصیلی جواب دیا۔

”اچھا! کیا اس مرغ کے اندر پولیس والے کی روح سمائی ہے‘ جو یہ ہماری حفاظت بھی کرے گا۔“ عفرا نے طنز کیا۔

”نہیں عفرا ایسے مت کہو... سفید مرغ گھر میں پالنا سنّتِ نبوی ﷺ ہے۔“

ابو زید انصاریؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”سفید مرغ میرا دوست اور میرے دوست (مؤمن) کا دوست ہے اور میرے دشمن کا دشمن ہے۔ اپنے آقا کے گھر کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے اِرد گرد نو گھروں کی حفاظت کرتا ہے۔“ (جامع صغیر)

شیخ محب الدین طبریؒ نے بیان کیا ہے کہ ”آپ ﷺ کے پاس سفید مرغ تھا۔“ (حیاۃ الحیوان)

دوست کا مطلب ہے خیر خواہ یعنی اس کی اذان سے مؤمن تہجّد کے لیے اور فجر کے لیے بیدار ہوتا ہے‘ جب کہ کافر اور فاجر کراہیت محسوس کرتا ہے‘ اس لیے وہ دشمن ہوا۔ حفاظت سے مراد اس کی بانگ سے شیاطین دور بھاگتے ہیں یعنی جس گھر میں سفید مرغ ہو گا وہ شیاطین سے محفوظ رہے گا۔

”مگر انصر بھائی! اس کی صفائی ستھرائی وغیرہ‘ بہت مشکل کام ہیں۔“ عفرا نے منہ بنایا۔

سفید مُرغ

ابیہ محمد فیصل

”حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مرغ کو برا مت کہو، یہ تمہیں نماز کے لیے بلاتا ہے۔“ (مسند طیالسی، سیرۃ الشامی)

انصر نے حدیث کی صورت میں عفرا کو جواب دیا، جس سے عفرا تھوڑی شرمندہ ہوئی۔

”اور ہاں! مرغ پالنا سنت ہی نہیں، بل کہ آپ ﷺ نے اس کے پالنے کا حکم دیا ہے۔“

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ”آپ ﷺ نے سفید مرغ پالنے اور رکھنے کا حکم دیا ہے، جس گھر میں سفید مرغ ہوگا، شیطان اور جادو گر قریب نہ آئے گا اور سانپ بچھو وغیرہ بھی قریب نہ آئیں گے۔“ (بیہقی سیرۃ)

”بہت خوب انصر بھائی! سفید مرغ خریدنے سے پہلے تم نے مرغ پالنے کی ساری فضیلت پڑھ لی ہے۔“

”شاباش!“ یہ عائشہ آپی کی آواز تھی جو اب ان تینوں کے قریب آچکی تھیں۔

”اچھا! تمہیں پتہ ہے کہ جب مرغ بانگ دے تو ہمیں کیا مانگنا چاہیے؟“ عائشہ نے تینوں کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

”ہم م م... میں بتاتی ہوں۔“ عائشہ آپی بولی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم مرغ کی بانگ سنو تو اللہ پاک سے اس کے فضل کا سوال کرو کہ اس نے فرشتوں کو دیکھا ہے۔“ (بخاری و مسلم) یعنی ان الفاظ میں دعا مانگنی چاہیے... ”اللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ“

”اے اللہ میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں“

”شکریہ! عائشہ آپی، آپ نے ایک بہترین دعا بتائی۔“ انصر بولا۔

”لیکن پیارے بھائی! کبھی بھی یہ مرغ، پرندوں والے کھیل اور مقابلے کے لیے پالنا درست نہیں، بل کہ یہ بہت بری بات ہے اور شرعاً بھی درست نہیں۔“ ملّا علی قاریؒ نے لکھا ہے: ”بڑوں کا پرندوں کے ساتھ کھیل کود کرنا درست نہیں۔“ (جلد 2 صفحہ 26)

”جزاکم اللہ آپی! آپ نے اور انصر بھائی نے ہمیں مرغ پالنے کی سنت اور فضیلت کے متعلق بتایا۔ اب ہم کبھی اس کو برا نہیں کہیں گی، بل کہ اس کی بانگ پر اللہ کا فضل مانگیں گی۔“ عفرا اور فروا نے ایک زبان ہو کر کہا۔

قرآن کریم میں بھی ہے اور یہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت پسند تھا۔ دادا جان خود اکثر شہد دودھ یا پانی میں ملا کر استعمال کرتے تھے اور دادی جان بہت سی کھانے کی چیزوں میں شہد کا استعمال کرتی تھیں۔ دادا جان نے شہد نکالنے کا طریقہ بھی بتایا۔ کئی روز گزرنے کے بعد شبیر اور شوکت اپنے ہاتھوں میں دستانے چڑھا کر اور اپنے چہروں پر کپڑا باندھے اور موٹے کمبل اوڑھے ہاتھ میں جلتی ہوئی لکڑیاں لیے شہتوت کے درخت پر چڑھے۔ جیسے ہی انھوں نے جلتی ہوئی لکڑیاں شہد کے چھتے کے قریب کیں، دھوئیں سے بوکھلا کر مکھیاں ادھر ادھر اڑنے لگیں۔ بِھن، بِھن، بِھن کا شور باغ میں ہونے لگا۔ کچھ ہی دیر میں چھتا مکھیوں سے خالی ہو چکا تھا۔ شبیر نے شاخ سے چھتا اتارا اور گھر جا کر جب دادا اور دادی کے سامنے رکھا تو وہ بہت حیران ہوئے۔ دادی نے تو شوکت اور شبیر کو خوب ڈانٹا، مگر دادا جی ان دونوں کی بہادری پر مسکرا دیے اور دونوں کو شاباشی دی۔

09

Parus

41

پاک فوج اور امدادِ غیبی

جوہر عباد

پاکستان اور انڈیا کشیدگی کے تناظر میں لکھی گئی ایک فکر انگیز نظم

امتِ مسلمہ پہ کڑا وقت ہے
سر پہ باندھو کفن کہ پڑا وقت ہے
خود کو سمجھو سبھی حالتِ جنگ میں
رب کو راضی کرو کہ بگڑا وقت ہے
جلد اللہ کی رسی کو سب تھام لو
یہ نہ سمجھو ابھی تو بڑا وقت ہے
چھوڑ دو عیش و عشرت کی سرگرمیاں
ہوش میں آؤ سر پہ کھڑا وقت ہے
سمجھو دشمن کے دھوکے و مکرو فریب
ورنہ دیکھو بہت ہی سڑا وقت ہے
کی جنہوں نے بھی دِل بھر کے گستاخیاں
ایسی قوموں سے دیکھو لڑا وقت ہے
نہ کرو نقدِ اغیار یہ جان لو
آخری دور کا چِڑچِڑا وقت ہے
پڑھ لو نعرۂ تکبیر وقتِ جہاد
سمجھو جنگِ بدر سے جُڑا وقت ہے
ضائع نہ جائے گا کُل شہیدوں کا خون
کفر و شرک کے لیے بس اجڑا وقت ہے
ہوں گے مسلم فتح یاب ان شائَ اللہ
مشرکوں کے لیے اب برا وقت ہے
پاک افواج پائے گی امدادِ غیب
دین کے دشمنوں سے بھڑا وقت ہے
دینِ حق پر رہے ہیں جو ثابت قدم
ایسے لوگوں سے جوہرؔ ڈرا وقت ہے

میں فلسطین ہوں

عمران پری تاب

یہ میری قوم کے حکمراں بھی سنیں
میری اجڑی ہوئی داستاں بھی سنیں
جو مجھے ملک تک مانتے ہی نہیں
ساری دنیا کے وہ رہنما بھی سنیں
صرف لاشیں ہی لاشیں مری گود میں
کوئی پوچھے میں کیوں اتنا غمگیں ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

آئے تھے ایک دِن میرے گھر آئے تھے
دشمنوں کو بھی تنہا نظر آئے تھے
اونٹ پر اپنا خادم بٹھائے ہوئے
میری اس سرزمیں پر عمر آئے تھے
جس کی پرواز ہے آسمانوں تک
زخمی زخمی میں وہ ایک شاہین ہوں
میں فلسطین ہوں میں فلسطین ہوں

میرے دامن میں ایمان پلتا رہا
ریت پر رب کا فرمان پلتا رہا
میرے بچے لڑے آخری سانس تک
اور سینوں میں قرآن پلتا رہا
ذرے ذرے میں اللہ اکبر لیے
خوش نصیبی ہے میں صاحب دین ہوں
میں فلسطین ہوں میں فلسطین ہوں

نہ ہی روئیں گے اور نہ ہی مسکائیں گے
صرف نغمے شہادت کے ہی گائیں گے
اپنا بیت المقدس بچانے کو تو
میرے بچے ابابیل بن جائیں گے
جو ستم ڈھارہے ابراہا کی طرح
اُن کی خاطر میں سامانِ توحید ہوں
میں فلسطین ہوں میں فلسطین ہوں

گلدستہ

حمدِ باری تعالیٰ

تیری قدرت کو دیکھتے رہنا
رات دن تجھ کو سوچتے رہنا
تیری وحدانیت پہ کر کے یقین
ایک ہی تجھ کو مانتے رہنا
شبِ تنہائی میں کر کے باتیں
رازِ دل تجھ کو سونپتے رہنا
تیری رحمت پہ بھروسہ ہے مگر
اپنے اعمال سے ڈرتے رہنا
دیر تو ہے مگر اندھیر نہیں
اس حقیقت کو مانتے رہنا
کبھی باتیں زہر کی مانند لگیں
پھر بھی حق بات بولتے رہنا
رات کو جب نظر فلک پہ پڑے
بس یونہی دیر تک تکتے رہنا
روزِ محشر کا جو خیال آئے
روئیں روئیں کا کانپتے رہنا
یاالٰہی! یہ ہے جوہر کو
تجھ سے تجھ کو ہی مانگتے رہنا

جوہر عباد

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

میں لب کشا نہیں ہوں اور میں محوِ التجا ہوں
میں محفلِ حرم کے آداب جانتا ہوں
اُن کو اگر نہ چاہوں تو اور کس کو چاہوں
جو ہیں خدا کے پیارے، میں اُن کو چاہتا ہوں
ایسا کوئی مسافر شاید کہیں نہ ہوگا
دیکھے بغیر اپنی منزل سے آشنا ہوں
کوئی تو آنکھ والا گزرے گا اس طرف سے
طیبہ کے راستے میں میں منتظر کھڑا ہوں
یہ روشنی سی کیا ہے؟ خوشبو کہاں سے آئی؟
شاید میں چلتے چلتے روضے تک آگیا ہوں
طیبہ کے سب گداگر پہچانتے ہیں مجھ کو
مجھ کو خبر نہیں تھی میں اس قدر بڑا ہوں
دوری و حاضری میں اک بات مشترک ہے
کچھ خواب دیکھتا تھا کچھ خواب دیکھتا ہوں
اقبال مجھ کو اب بھی محسوس ہو رہا ہے
روضے کے سامنے ہوں اور نعت پڑھ رہا ہوں

سید اقبال عظیم

کون جانے کون سمجھے شام کے لوگوں کا غم

کون جانے کون سمجھے شام کے لوگوں کا غم
بکھرے اعصاب ہیں وحشتیں ہر طرف رنج و الم
ہر طرف بمباریوں کی زد میں ہیں اہلِ حلب
جب دنیا کی ردا کو چھوڑ کر خواب و ہم
گلے سے بچے بھی لگے خاموش ہیں
پھٹنے لگتا ہے جگر جب دیکھتی ہے چشمِ نم
سرزمینِ شام ہو، یمنا ہو یا کشمیر ہو
ہر طرف مجبور ہے بس امتِ خیر الامم
کون جانے کون سمجھے شام کے لوگوں کا غم
بکھرے اعصاب ہیں وحشتیں ہر طرف رنج و الم

حضرت ابوبکرؓ کی کیفیت

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے قبیلے کی بکریوں کا دودھ (ضرورت مندوں کے لیے) دوہا کرتے تھے۔
جب آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا:
”اب ہمیں دودھ دوہ کر کون دے گا۔“
حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا:
”میں!... خلافت کا منصب میرے کردار و اعمال میں کوئی تغیر نہیں کرسکتا۔“
چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا کہا پورا کیا اور قبیلے کے ضرورت مندوں کو خلافت کے زمانہ میں بھی ان کی بکریوں کا دودھ دوہ کر دیتے رہے۔ آپ کے اس معمول میں کوئی فرق نہیں آیا۔

آپ کے اشعار

ترا آستاں اب کہیں چھوٹتا ہے
جدھر آگئے ہم، اُدھر آگئے ہم
نہ اب بت پرستی، نہ اب مے پرستی
یہ سب چھوڑ کر تیرے گھر آگئے ہم
خواجہ مجذوبؒ

نہیں سیکھا انھوں نے دین رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں، مرے صاحب کے دفتر میں
اکبر الٰہ آبادی

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے، میں زمانے پہ چھا گیا
جگر مرادآبادی

دامن پہ کوئی چھینٹ، نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو
کلیم عاجز

اُنھی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کہیں کہکشاں نہیں ہے
مصطفیٰ زیدی

بے تابیاں سمیٹ کے سارے جہان کی
جب کچھ نہ بن سکا تو مرا دل بنا دیا
نجمی نگینوی

پژمردگیِ گل پہ ہنسی جب کوئی کلی
آواز دی خزاں نے کہ تو بھی نظر میں ہے
محشر بدایونی

گو ذرا سی بات پہ برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا کہ کچھ لوگ پہچانے گئے
خاطر غزنوی

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہلِ وطن
یہ الگ بات کہ دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ
احمد ندیم قاسمی

قرآن مجید... کوزے میں دریا بند

قرآن مجید میں ایک اہم خوبی ”اختصار“ کی بھی ہے کہ ایک بات کو بہت تھوڑے اور مختصر ترین الفاظ میں اس طرح بیان کر دیا جائے کہ پڑھنے والا جتنا غور کرنا چاہے، اس کے نئے نئے مطالب اس کے سامنے آتے جائیں۔ مثال کے طور پر ایک جگہ حضرت عیسیٰؑ کے خدا ہونے کے غلط عقیدہ کی تردید کی گئی ہے۔ قرآن نے عیسائیوں کا عقیدہ ذکر کیا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور حضرت مریمؑ کو اللہ تعالیٰ کی بیوی مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ توحید کے اسلامی تصور کے خلاف ہے۔ وہ انسان ہونے کی حیثیت سے کیسے خدا ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس عقیدے کے جواب میں لمبے چوڑے جواب اور تفصیلات میں جانے کے بجائے صرف اتنا کہا گیا کہ کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ کہ وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اب آپ غور کریں تو واضح ہوگا کہ یہ مختصر جملہ اس غلط عقیدہ کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کو کھانے کی ضرورت ہوگی، وہ زمین اور آسمان کی ہر چیز کا محتاج ہوگا، کیوں کہ زمین اور آسمان کی بے شمار چیزوں کی احتیاج کے بغیر ایک وقت کی روٹی ہمارے پیٹ میں نہیں جا سکتی۔

(ڈاکٹر محمد احمد غازی، محاضراتِ قرآنی، ص: ۳۳۹)

مل کر کام کرنے کا مطلب

بعض لوگ علما کو رائے دیتے ہیں کہ ان لیڈروں کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیے، کیوں کہ مل کر کام کرنے سے قوت ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ انھوں نے مل کر کام کرنے کا مطلب ہی نہیں سمجھا۔ سب کو مل کر کام کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ سب ایک ہی کام میں لگ جائیں، یا ایک کا کام دوسرا کرنے لگے۔ جیسے ایک مکان تیار کیا جائے، اس کی تیاری کے لیے معمار کی بھی ضرورت ہے، بڑھئی اور مزدور کی بھی ضرورت ہے۔ اب بتلاؤ سب مل کر جو تعمیر کا کام کر رہے ہیں، اس کا کیا طریقہ ہے؟ یہی نا کہ معمار اینٹ لگائے، بڑھئی آرا چلائے اور مزدور گارا اینٹ پہنچائے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ سب مل کر اینٹ ہی لگانے لگیں تو کیا مکان تیار ہو سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔ اسی طرح یہاں ہونا چاہیے کہ علما اپنا کام کریں اور لیڈر الگ سے اپنا کام کریں اور پھر دونوں کام قوم کی خدمت میں یک جا ہو جائیں۔ مل کر کام کرنے کا یہی مطلب ہے کہ تجرباتی اور سیاسی کام تو لیڈر کریں اور احکام بتلانے کا کام علما کریں۔ اس طرح ہر ہر شخص اپنے اپنے فرضِ منصبی کو سرانجام دے۔

(مولانا اشرف علی تھانویؒ، تحفۃ العلماء، ص: ۴۴۲)

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

نومبر 2016ء بمطابق صفر المظفر 1438ھ

بیت السلام ٹرسٹ نے 66 ہزار مستحقین میں قربانی کا 800 من گوشت تقسیم کیا

جامعہ بیت السلام کراچی اور جامعہ بیت السلام تلہ گنگ کے زیر انتظام 60 سے زیادہ مراکز میں سات سو کارکنان نے خدمات انجام دیں

جامعہ بیت السلام کراچی اور جامعہ بیت السلام تلہ گنگ کے زیر انتظام 60 سے زیادہ مراکز میں سات سو کارکنان نے خدمات انجام دیں

کراچی (نمائندہ خصوصی) بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کے زیر اہتمام سال پائے گزشتہ کی طرح اس سال بھی ملک بھر میں مستحقین تک گوشت پہنچانے کے لیے بڑے پیمانے پر اجتماعی قربانی کا اہتمام کیا گیا' تقریبا 60 مراکز میں 700 سے زیادہ کارکنوں نے مسلسل اور انتھک محنت کر کے 66 ہزار مستحقین میں 800 من گوشت تقسیم کیا۔ اجتماعی قربانی اور گوشت کی تقسیم کا عمل جامعہ بیت السلام لنک روڈ کراچی اور جامعہ بیت السلام تلہ گنگ کے زیر اہتمام جید علماء کرام اور مفتیان عظام کے زیر نگرانی انجام دیا گیا. بیت السلام ٹرسٹ کے ذمے داران کے مطابق سندھ کے 46350 افراد میں 465 من' پنجاب کے 4700 افراد میں 112 من خیبر پختون خوا کے 10034 افراد میں 154 من اور بلوچستان کے 4900 افراد میں 69 من گوشت تقسیم کیا گیا۔

آپ اچھے باپ کیسے بن سکتے ہیں؟ کامیاب مستقبل کیسے حاصل ہو؟

فارورڈ انسٹی ٹیوٹ میں ہونے والی ورکشاپ میں ڈاکٹر بابر کے پُر مغز لیکچر، مفید سوال وجواب کی نشست بھی ہوئی

بیت السلام کے زیر نگرانی فارورڈ انسٹی ٹیوٹ تعلیمی رابطوں کے لیے قائم کیا گیا، متعدد کورس اور ورک شاپ متوقع

کراچی (نمائندہ خصوصی) فارورڈ انسٹی ٹیوٹ گلشن اقبال میں گزشتہ دنوں دو الگ الگ ورک شاپ ہوئیں' پہلی ورک شاپ ہفتہ 10 ستمبر کو ہوئی جس کا عنوان تھا: "آپ اچھے باپ کیسے بن سکتے ہیں"؟ تقریبا دو گھنٹے کی اس ورک شاپ میں تعلیم اور بچوں کی نفسیات کے ماہر ڈاکٹر محمد بابر نے پروجیکٹر کی مدد سے بچوں کی ذہنی ساخت' اس پر ماحول اور سماج کے اثرات کے حوالے سے لیکچر دیا' ورک شاپ میں کافی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی' لیکچر کے بعد ڈاکٹر بابر اور حاضرین کے درمیان سوال و جواب کی پُر مغز نشست ہوئی'۔ دوسری ورک شاپ "کیریر کیسے بنایا جائے؟" کے موضوع پر رکھی گئی' یہ ورک شاپ ہفتہ یکم اکتوبر کو ہوئی۔ لیکچر اس بار بھی ڈاکٹر بابر کا ہی تھا' جنھوں نے مختلف پہلوئوں کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ اچھی صلاحیت کو کیسے اجاگر کیا جائے' ان کا کہنا تھا' بعض دفعہ کامیابی سامنے ہوتی ہے' محنت کے باوجود ہم ہدف تک پہنچ نہیں پاتے' اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہماری کوشش اور محنت درست سمت نہیں ہوتی۔ دونوں مرتبہ حاضرین نے ادارہ اور منتظمین کی اس کوشش کو سراہا اور توقع ظاہر کی کہ ایسے پروگرام وقتا فوقتا ہوتے رہیں گے۔ بیت السلام اور فارورڈ کے منتظمین نے ورک شاپ کے شرکاء کے لیے چائے' بسکٹ اور جوس کا اہتمام کر رکھا تھا۔ واضح رہے کہ فارورڈ انسٹی ٹیوٹ بیت اسلام ٹرسٹ کا ایک ذیلی ادارہ ہے' جس کا مقصد نظام ہائے تعلیم کی اندرونی اور بیرونی دراڑوں کو پُر کرنا اور مختلف نظام کے تعلیمی اداروں کے درمیان رابطے بڑھانا ہے' نیز مختلف موضوعات پر مختصر کورس اور ورک شاپ منعقد کرنا ہے۔

10

J.

47

11

Brighto

48

Back Cover